انسدادِ دہشت گردی اور اسلام

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ، ڈیرہ اسماعیل خان

دہشت گردی کی تعریف: دہشت کے معنی ڈر، خوف اور خطرہ کے ہیں اور اسی طرح دہشت گردی کے معنی ہیں خوف و ہراس پھیلانا۔(۱)

انگریزی زبان میں دہشت کیلئے لفظ (Terror) استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں حد درجہ خوف، کسی شخص یا چیز کو خوفزدہ کرنا۔ اسی طرح دہشت گردی کیلئے استعمال ہونے والا لفظ (Terrorism) ہے جس کے معنی ہیں تشدد اور دھمکی کا استعمال (۲)

دہشت گردی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ مختلف ماہرین علوم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے الگ الگ عناصر شامل کیے ہیں۔ وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ اس کے تعریفی الفاظ تبدیل ہوتے رہے ہیں لیکن ان میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ اس عمل میں تشدد اور تباہی کے ذریعے سیاسی مقاصد کا حصول ہی اصل روح ہے۔ دہشت گردی کی ایک سادہ تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔

دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے تاکہ خاص سیاسی، مذہبی یا لسانی و نسلی مقاصد حاصل کیے جاسکیں اگر یہ فعل مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہوگا تو ایجنسی مذکور یا ریاست کو بھاری مالی نقصان سے دوچار کردے گا۔(۳)

ایک امریکن فلاسفر جن کن (Jenkins)۔ کے نزدیک دہشت گردی کی تعریف یوں ہے:

دہشت گردی نام ہے تشدد کیےجانے کے خوف کا۔ اور تشدد کے واقعات کے تسلسل کا تاکہ خوف کی فضا قائم رکھی جاسکے۔ ضروری نہیں کہ تشدد کی یہ کاروائی ان ہی لوگوں کے خلاف ہو جو دہشت گردوں کے مخالف ثابت ہوتے ہوں۔ زیادہ تر تشدد کا نشانہ بننے والے لوگ معصوم ہوتے ہیں اس لیئے خوف کی فضا دہشت گردی کا آخری مقصد نہیں بلکہ یہ تو ایک راستہ ہے اصل منزل تک پہنچنے کا (۴)

دہشت گردی کی جامع تعریف کرنے میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ دہشت کو مختلف موقعوں پر مختلف معانی پہنائے جاسکتے ہیں پھر ہر ایک شخص میں دہشت کو قبول کرنے یا دہشت زدہ ہونے کی شدت بھی موقع مقام کی مناسبت سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس لیئے مختلف ماہرین عمرانیات کے

نزدیک دہشت گردی کی تعریف میں الگ الگ عناصر پائے جاتے ہیں البتہ تاریخ دانوں نے دہشت گردی کو جامع الفاظ کا روپ دینے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ دانوں کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ دہشت گردی کے پس منظر میں خالصتاً سیاسی عوامل ہی کار فرما ہوں یہ بھی تو ممکن ہے کہ عام لیکن ذہین مجرمان اپنے ذاتی مفاد کیلئے دہشت گردی کا سہارا لے رہے ہوں۔ نفسیاتی مریض بھی بعض حالتوں میں اپنی ذہنی صحت کا اظہار کرنے کیلئے دہشت گردی کے ہتھکنڈے استعمال میں لاتے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معاشرہ کے بعض شکست خوردہ عناصر اپنی مایوسی کے اظہار کیلئے دہشت گردی کی کاروائیوں کو مقدم سمجھتے ہوں اور معاشرہ کے خلاف اپنی بغاوت کو ظاہر کرنے کیلئے اس قسم کے واقعات میں ملوث ہوجاتے ہوں اس طرح یہ تینوں قسم کے لوگ دہشت گردی کی جو بھی کاروائی کریں گے ان سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلنا تو قدرتی بات ہوگی۔

پس ضرورت اس بات کی ہے کہ دہشت(TERROR)اور دہشت گردی (TERRORISM)میں فرق واضح کیا جائے اور معاشرتی پس منظر میں دونوں الفاظ کو الگ الگ سطح پر زیر بحث لایا جائے کیونکہ دہشت تو انفرادی طور پر عام مجرمان یا نفسیاتی مریضوں کے ذریعے بھی پھیل سکتی ہے جبکہ دہشت گردی سیاسی مقاصد کے حصول کیلئے تنظیم کے ذریعے منظر عام پر لائی جاتی ہے۔ ایک متفقہ مکتب فکر کے نزدیک تھارنٹن (THRONTON) کی یہ تعریف نہایت معقول نظر آتی ہے۔

دہشت کو برسر اقتدار سیاسی گروہ کے خلاف بعض سیاسی، معاشی، و معاشرتی نظریات تبدیل کرنے کیلئے دباؤ کے طور پر استعمال کیے جانے کا نام دہشت گردی ہے اس میں تشدد کے استعمال کی دھمکی بھی شامل ہے اور تشدد کا بھرپور استعمال بھی(۵)

ایک دوسرے ماہر نے دہشت گردی کی یہ تعریف کی ہے:

دہشت گردی کا خاص مقصد یہ ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور کاروائیوں کے ذریعے ایک خاص علاقہ، ریاست یا ملک میں رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کردیا جائے تاکہ زیادہ تر لوگ اپنے آقاؤں یا اپنی حکومتوں سے متنفر ہوجائیں حتیٰ کہ ان کی علیحدگی کا عمل مکمل اور ناقابل واپسی ہوجائے ان کے مقاصد میں جمہوری حکومتوں کو ناقابل برداشت حد تک تنگ کرنا ہے حتیٰ کہ دہشت گرد لوگوں کے مطالبات من و عن قبول نہ کرلیے جائیں (٦)

ā نیو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔ Terrorism, The systematic use of

terror or unpredicatable viloence against governments, public, or individuals to attain a political objective. Terrorism has been used by political organizations with both rightist and leftist abjectives, by nationalistic and ethnic groups, by revolutionaries and by the armies and secret police of governments themselves(7)

ترجمہ دہشت گردی سے مراد حکومت، عوام یا کسی فرد کے خلاف سیاسی مقصد کے حصول کیلئے باقاعدہ خوف و ہراس یا ناقابل تصدیق تشدد کے استعمال کا نام ہے۔ دہشت گردی سیاسی تنظیمیں اپنے قدامت پسندانہ اور جدت پسندانہ اہداف حاصل کرنے کیلئے کرتی ہیں اسی طرح قوم پرست، نسلی ولسانی گروہ انقلاب پسند گروہ اور خود حکومتی خفیہ ودج و پولیس دہشت گردی کا ارتکاب کرتی ہے۔

ورلڈبک انسائیکلوپیڈیا میں دہشت گردی اور اس کے مقاصد کے متعلق یہ وضاحت ملتی ہے۔

Terrorism is the use or threat of violence to create fear and alarm. Terrorists murder and kidnap people, set off bombs, hijack airplanes, set fires and commit other serious crimes. But the gools of terrorists differ from those of ordinary criminals. Most crimials want money or some other from of personal gain. But most terrorists commit crimes to support political causes.(8)

دہشت گردی خوف اور خطرے کی اطلاع کیلئے تشدد کا نام ہے۔ دہشت گرد لوگوں کو قتل و غارت اور اغوا کا نشانہ بناتے ہیں۔ بم باری کرتے ہیں ہوائی جہاز ہائی جیک کرتے ہیں۔ آگ لگاتے ہیں اور اسی طرح کے دوسرے شدید جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن دہشت گردوں کی منزل مقصود عام مجرموں سے مختلف ہوتی ہے۔ اکثر مجرم دولت یا اپنا ذاتی مفاد چاہتے ہیں لیکن اکثر دہشت گرد سیاسی مقاصد حاصل کرنے کیلئے یہ جرم کرتے ہیں۔

دہشت گردی کی مندرجہ بالا تعریفوں اور اس کے مقاصد کے ضمن میں پیش کیے گئے اقتباسات سے واضح ہوجاتا ہے کہ دہشت گردی انسانی زندگیوں کی تباہی و بربادی، معصوم بچوں اور عورتوں کی جانوں کا ضیاع اور ان کی عصمت دری، نجی و سرکاری عمارات واملاک کی آتشزدگی انفرادی واجتماعی مال و دولت کی چوری وڈکیتی، جنسی تشدد اور راہزنی و اغوا برائے تاوان کی وارداتوں اور لسانی و نسلی اور مذہبی و

مسلکی اختلافات کی بناء پر گردن زنی سے عبارت ہے۔ معصوم انسانیت کی قتل و غارت جبر و ظلم سے دوسروں کا مال و دولت چھیننا اور پارسا و شریف عورتوں کی عزت لوٹنا ایسے خطرناک راستے پر چلنے کے مترادف ہے جس سے انسانی تمدن کی بنیاد منہدم ہوجاتی ہے۔ اور پورا معاشرہ امن وسکون کیلئے ترستا ہے بلکہ پوری فضا خوف و ہراس کے منڈلاتے بادلوں کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں سے مکدر ہوجاتی ہے اس پر خطر اور روح فرسا راستے کا انتخاب کرنے والے کا تعلق ایک فرد، گروہ یا تنظیم، سیاسی ومذہبی جماعت یا حکومت سے بھی ہوسکتا ہے جس کے سامنے اسکا ذاتی، اجتماعی، معاشی و معاشرتی، نسلی ولسانی اور سیاسی و مذہبی اور نظریاتی مفاد قابل ترجیح ہوتا ہے یا اس کے پیچھے غیر ملکی تنظیموں اور ایجنسیوں کا ہاتھ ہوتا ہے تاکہ دہشت گردی کے واقعات سے وہاں کی عوام کو حکومت سے دور کردیا جائے

عالمی دہشت گردی کی تعریف: امریکہ کی مشہور سراغرساں تنظیم سی۔آئی۔اے کے نزدیک عالمی دہشت گردی کی تعریف یہ ہے تشدد و تباہی کا خوف پیدا کرنا ہی دشت گردی ہے اور مقصد یہ کہ سیاسی عزائم حاصل کیے جائیں خصوصا ان حالات میں جبکہ دہشت گردی کی کاروائیاں ارباب اختیار پر اثرانداز ہونے کے لیے کی جائیں، ان کے رویے تبدیل ہوجائیں، حکومتی لوگوں کی بے چینی، عام لوگوں کی پریشانی اور ان کا خوف اور دہشت گرد تنظیم کی کامیابیاں اس مخصوص علاقے، ریاست یاحکومت کی سرحدیں پار کرکے عالمی سطح پر ہلچل پیدا کرسکیں۔(۹)

عالمی دہشت گردی کے سلسلے میں دو باتیں قابل توجہ ہیں ایک یہ کہ دہشت گرد تنظیم اپنی کاروائیوں کے دوران اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتی کہ اس کی وجہ سے جن لوگوں کی جانیں ضائع ہوں گی ان کے رشتہ داروں اور دوست احباب پر کیا گزرے گی نہ ان کے نزدیک اس چیز کی کوئی وقعت ہوتی ہے کہ ہوائی جہاز کو آگ لگ جانے سے، بلند و بالا عمارت کے زمین بوس ہوجانے سے، پل یا شاہراہ کے اڑجانے سے یا ٹرین کو دھماکہ خیز مواد سے دوچار کردینے سے ملکی معیشت واقتصاد پر کتنا بوجھ پڑے گا اسے تو صرف اس سے سروکار ہے کہ اس دہشت گردی کی کاروائی سے حکومت کے اعضاء واعصاب کس طرح متاثر ہوتے ہیں اس کی پریشانی کا منظر کیا ہوگا اور عالمی ذرائع ابلاغ اس واقعہ کو کیا اہمیت دیں گے۔ دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ دہشت گرد تنظیم کے اراکین اپنی ان کاروائیوں پر نادم و پریشان نہیں ہوتے کیونکہ دوران تربیت ان کے قلوب واذہان میں یہ سمودیا جاتا ہے کہ وہ انقلابی ہیں اور ایک ایسی حکومت کے خلاف برسرپیکار ہیں جو عام لوگوں کو سماجی انصاف فراہم کرنے میں مخلص نہیں لیکن حکومتی عہدیداروں کے نزدیک یہ انقلابی عمل نہیں بلکہ مجرمانہ کاروائیاں ہیں

اسی لیئے دنیا کے ہر خطے اور حصے میں دہشت گردی کے واقعات کے خلاف عدالتیں ان مجرموں کو مناسب اور مروجہ سزائیں دیتی ہیں۔

دہشت گردی کی تاریخ اور آغاز: دہشت گردی کی کاروائیاں ابتدائے تاریخ سے جاری ہیں لیکن تاریخ نگاروں کی عدم دلچسپی کے سبب یہ واقعات مربوط و منظم حالت میں نہیں ملتے تاہم ان کاروائیوں کا پہلا سراغ سرزمین فلسطین پر سکرئی (SICAR:I) فرقہ کی جدوجہد ۶۶ء تا ۷۳ء کے مطالعہ کے دوران میسر ہوتا ہے۔ سکرئی (SICARII) ایک انتہائی منظم مذہبی گروہ تھا جس میں نچلے طبقہ کے لوگ شامل تھے جو فلسطین میں یہودیت کے فروغ کیلئے معرض وجود میں آئی اس کی سرگرمیاں ۶۶ء سے ۷۳ء تک عروج پر تھیں۔ اس گروہ نے زیادہ تر وہ طریقے اختیار کیے جو روایات کے مطابق نہ تھے یعنی دہشت گردی کے ضمن میں اس نے دن کے وقت اور خصوصا چھٹی کے دنوں میں جبکہ اکثر مقامات پر مجمع ہوا کرتے تھے حملوں کو فروغ دیا اس کا دائرہ اختیار زیادہ تر یروشلم تک محدود رہا اس گروہ کا مخصوص ہتھیار (SICA) نامی چھوٹی سی تلوار تھا جسے وہ اپنے کوٹ کی آستینوں میں چھپا کر رکھتے تھے۔ قتل عام کا یہ جنونی کام اس طرح کیا جاتا تھا کہ حملہ آور کی شناخت مشکل ہوجاتی تھی پھر انہوں نے گرجا گھروں کو تباہ کرنا شروع کیا۔ لوگوں کے اکٹھا ہونے کی جگہوں کو جلادیا گیا قرضداروں کو اس بات پر آمادہ کردیا گیا کہ وہ قرض واپس نہ کریں۔ ایک روایت کے مطابق اس گروہ نے یروشلم میں پانی کی سپلائی کے پائپ وغیرہ کو بھی بری طرح نقصان پہنچایا کچھ مورخین نے ان کو صرف مخالفین روم کا نام دیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ وہ آپنے مخصوص عقیدے یعنی The Fourth fhilosophy, کی ترویج میں لگے ہوئے تھے جس کے مطابق وہ زمین پر کسی خدا کو تسلیم نہ کرتے تھے اور راہبوں کو تو انہوں نے یکسر رد کردیا تھا کچھ تاریخ دانوں نے سکرئی کو ایسی معاشرتی تحریک کا نام دیا ہے جس میں غریب لوگوں کو امیروں پر حملہ کرنے اور دھتکار دینے کی ترغیب دی جاتی تھی اس فرقہ نے جو طریقہ کار اپنایا تھا اس کی بنیاد پر ان کو دہشت گرد قرار دیا جاسکتا ہے (۱۰)

موجودہ فلسطینی دہشت گرد یا مجاہدین: دہشت گرد تنظیم سکرئی (SICARII) جو سرزمین فلسطین میں (۶۶ء تا ۷۳) اپنے عروج پر تھی اور جس نے یہودیت کے فروغ کیلئے اپنی کاروائیاں تیز کی تھیں اسی مناسبت سے آج فلسطین کو مغربی اقوام دہشت گردوں کی آماجگاہ قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ دہشت گرد نہیں بلکہ وہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس حقیقت کو جاننے کیلئے ذرا چند سال قبل کی تاریخ پر نگاہ دوڑایئے۔

صدر امریکہ نے اعلان بالفور کے وجود میں لانے کے مسلہ میں کافی حصہ لیا اور ۱۹۴۸ء میں صدر ٹرومین کے تحت ممالک متحدہ امریکہ نے اسرائیل کی آزاد مملکت کے وجود میں لانے میں کافی امداد کی۔ دوسری طرف برطانوی حکومت عربوں کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی برطانوی وزیراعظم ولسن کے چودہ نکات میں بھی یہودی مملکت کے قیام کا واضح طور پر کوئی ذکر نہیں تھا لیکن ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۸ء ایسے سیاسی حالات پیدا کردیے گئے کہ فلسطین کی مقامی آبادی کی خواہشات کے خلاف یہودی مملکت اسرائیل کا قیام طے پاگیا چنانچہ اس تیس (۳۰) سالہ دور میں فلسطین کو یہودی سلطنت میں تبدیل کرنے کیلئے یہ حربہ استعمال کیا گیا کہ دینا کے مختلف ممالک سے یہودیوں کو لاکر آباد کرنا شروع کردیا۔ اعلان بالفور سے قبل فلسطین میں یہودیوں کی کل آبادی ایک لاکھ تھی۔ فلسطین عرب دینا کا جزولاینفک تھا جو شام سے غیر ممیز تھا اور اس کی آبادی نوے فیصد عرب آبادی تھی آج حالت اس کے برعکس ہے۔(۱۱)

مملکت اسرائیل کے قیام سے فلسطینی قوم کو غلامی کے گڑھے میں دھکیل دے دیا گیا فلسطینی اپنی سرزمین کے مالک ہوتے ہوئے بھی غیر ملکی بن کر مہاجر کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہوگئے اب اگر وہ اپنی آزادی کیلئے جدوجہد کرتے ہیں تو انہیں دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہے حالانکہ یہ سرزمین اس قوم کا بنیادی حق ہے اسرئیل کے قیام سے اب تک مسلمانوں کا قتل عام وسیع پیمانے پر شروع ہے اسرئیل کے معرض وجود میں آنے کے وقت فلسطینی مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ان کے متعلق پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی لکھتے ہیں۔

عربوں پر جو مظالم کیے گئے وہ کسی طرح بھی ان مظالم سے کم نہ تھے جو نازیوں نے یہودیوں پر کیے تھے دیریاسین میں ۱۹ اپریل ۱۹۴۸ء کے قتل عام کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ عرب عورتوں اور لڑکیوں کا برہنہ جلوس نکالا گیا اور یہودی موٹروں پر لاوڈ سپیکر لگا کر جگہ جگہ یہ اعلان کرتے پھرے کہ ہم نے دیریاسین کی عرب آبادی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے اگر تم نہی چاہتے کہ تمہارے ساتھ بھی یہی کچھ ہو تو یہاں سے نکل جاؤ(۱۲)

اسماعیلی فرقہ کی تنظیم اساسن (ASSASSINS):

مغربی تاریخ دانوں نے گیارہویں اور تیرہویں صدی کے مابین اسمٰعیلی مسلمانوں کے فرقہ جنھیں اساسن (ASSASSINS) کہا جاتا تھا کی طرز زندگی کو بھی دہشت گردوں کی زندگی کا نام دیا ہے۔ اس فرقہ نے ایران کے علاقوں سے اپنا سیاسی سفر شروع کیا تھا اور جلد ہی شام سے ہوتے ہوئے یروشلم تک پہنچ گئے تھے۔ اس دوران لاتعداد سربراہان، گورنر صاحبان اور خلفاء کو اپنی سرگرمیوں کا نشانہ بھی بنایا انھوں نے صلاح الدین ایوبی

کو بھی دوبار قتل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے حسن صبائی نامی شخص ان کا کامیاب ترین لیڈر رہا(۱۳)اس تنظیم کے کارکن اپنے لیڈروں کے اشارے پر قتل اور تشدد کے واقعات میں حصہ لیتے۔ ان لوگوں کے بڑے بڑے مسلمان علماء، مفکرین اور لیڈروں کو تہ تیغ کیا۔جب صلیبی حملہ آوروں نے اسلامی ممالک پر حملے کیے تو ان لوگوں نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور جب صلیبی اسلامی علاقوں پر قابض ہوئے تو ان باطنی اسماعیلیوں کو مقرب خاص بنایا۔ اسی طرح تاتاریوں کے حملوں میں انہوں نے قتل و غارت اور خون ریزی میں تاتاریوں کا بھرپور ساتھ دیا۔ ان فرقوں کی پوری تاریخ عالم اسلام کے خلاف بغض وعناد کی اس روح سے بھرپور ہے جو یہودی عناصر اس میں وقتاً فوقتاً پھونکتے رہے(۱۴)

انقلاب فرانس کے دوران دہشت گردی

تاریخی اہمیت کے اعتبار سے انقلاب فرانس کے دوسالوں یعنی ۹۴-۱۷۹۳ء کے دوران "REGIME DE LA TERREUR" تحریک کی کاروائیوں کو دہشت گردی کا باقاعدہ آغاز کہا جاسکتا ہے۔ انہی دنوں میں الفاظ "TERROR" یعنی دہشت اور "TERRORISM" یعنی دہشت گردی پہلی مرتبہ استعمال کیے گئے ابتداء میں تو انقلاب کے مخالفین پر حملے کیے گئے لیکن ۱۷ ستمبر ۱۷۹۳ء کو قانون مشتبہ گان (LAW OF suspects) پاس ہونے پر تحریک کے بانی رابس پرے (ROBESPIERRE)؛ کا جنون انتہا کو پہنچ گیا اس قانون کے تحت اس تحریک (جن کو ملک دشمن سرگرمیوں کا ذمہ دار کہا گیا تھا) کے ہر اس شخص کو گرفتار کرکے سزا دینا مقصود تھا جن کے بارے میں انقلاب کے حامی ہونے کا ذرا بھی شبہ ہوسکتا تھا۔اس قانون کے تحت تقریباً چار لاکھ افراد جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے، کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ان دوسالوں میں تقریباً چالیس ہزار افراد کو قتل کیا گیا تھا(۱۵)

روس میں دہشت گردی کی کاروائیاں

روس میں دہشت گردی کی کاروائیاں جنوری ۱۸۷۸ء سے مارچ ۱۸۸۱ء تک "NARODNAYA VOLYA" تنظیم یا گروپ کی طرف سے کی گئیں۔ یہ تنظیم خصوصی طور پر

زار حکومت کے خلاف واقعات سرانجام دینے کیلئے بنائی گئی تھی جس کے پیچھے ایک روسی ماہر منصوبہ بندی مارزوف(MOROZOV) کا دماغ کام کر رہا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر انقلاب کی راہ میں کچھ بے گناہ افراد کا خون بھی بہہ جائے تو اسے قبول کرنا ہوگا۔ دہشت گردی کی اس تحریک کا آغاز اس وقت ہوا جب اس گروہ کے ایک رکن کوواسکی(KOVALSKI) نے حکومت کو گرفتاری دینے سے انکار کردیا تھا۔ پھر اس گروہ نے سینٹ پیٹرز برگ کے گورنر جرنل کے ساتھ فائرنگ کا تبادلہ کیا اور آخر کار جرنل میزن زیف(Gen Mezentsev) جو کہ زار کی سیاسی پولیس کا سربراہ تھا، کو قتل کر کے چین کا سانس لیا یہ واقعہ اگست ۱۸۷۸ء میں پیش آیا لیکن ستمبر ۱۸۷۹ء میں اس گروہ کی انقلابی کونسل الیگزنڈر دوم کو پھانسی کا حکم سنایا۔ اپریل ۱۸۷۹ء میں بھی اس گروہ کے ایک رکن سولوویف (SOLOVEV) نے زار کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی انہوں نے ایک ایل ٹرین کو بھی اڑانے کی کوشش کی تھی جس میں زار سفر کر رہا تھا لیکن ناکامی رہی مارچ ۱۸۸۱ء میں ان کو تھوڑی سی کامیابی ہوئی تھی مگر اسی مہینے اس گروہ کے تقریباً تمام اراکین گرفتار ہوگئے جس سے یہ تحریک دم توڑ گئی(۱۶)

سوشلسٹ انقلاب روس ۱۹۱۷ء کے بعد بھی دہشت گردی کے واقعات ہوئے یہ سرگرمیاں زیادہ تر کمیونسٹ لیڈروں کے خلاف ہی تھیں۔ روس کے میخائل بکونن نے دماغ سوزی کر کے بہت سے ایسے نظریات کو جنم دیا تھا جو آج بھی دہشت گردی میں اولین اہمیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں خصوصاً بکونن کو مطلق العنان قسم کی دہشت گردی کا باوا آدم کہا جاتا ہے جس میں بے ترتیبی ہو اور جہاں سوچ اچھائی کا کوئی راستہ نہ پاسکے اس نے کہا کہ کام کرنا صرف نظریات پھیلانے سے کہیں بہتر ہے اور خصوصاً جب کاروائی کی جائے تو پھر اس کی تشہیر کرنا دہشت گردی کے لیے مزید فوائد کی نوید لاتا ہے اسے اس نے "PROPAGANDA OF DEED" فلسفہ کا نام دیا اور یہیں سے مطلق العنان دہشت گردی کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے(۱۷)

پہلی جنگ عظیم سے قبل یورپ اور امریکہ میں دہشت گردی کے بہت سے واقعات رونما ہوئے چین میں بھی انیسویں صدی کے دوران کسی نہ کسی رنگ میں دہشت گردی کی سرگرمیاں چلتی رہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جنم لینے والی دہشت گرد تنظیموں میں کئی تنظیمیں ایسی بھی گزری ہیں جنھوں نے اسی راستہ پر چل کر اپنے اپنے ملکوں کو نوآبادیاتی نظام کے ظلم و ستم سے آزاد کرایا ہے ان میں الجیریا، ویت نام اور افریقہ و مشرق وسطی کے کئی ممالک کی تنظیمیں قابل ذکر ہیں شروع شروع میں ان پر بھی یہی لیبل چسپاں کیا جاتا رہا ہے کہ یہ دہشت گرد تنظیمیں ہیں لیکن وقت نے ثابت کردیا کہ وہ

آزادی کی جنگ لڑرہی تھیں۔ اب بھی بہت سی قومیں اپنے انداز فکر کے مطابق ایسی تنظیمیں قائم کیے ہوئے ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے جو کوششیں شروع کی ہیں ان کا خاتمہ کہاں پر ہوگا۔ تاریخ ان سرگرمیوں کو کون سا رنگ دے گی اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔

ظہور اسلام سے قبل عہد جاہلیت کی محیر العقول دہشت گردی

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب قبائلی زندگی بسر کر رہے تھے ہر قبیلہ اپنے سردار کے احکام کو بجالانے میں سعادت مندی سمجھتا تھا۔ اجتماعی نظم وضبط کے فقدان سے ان میں قتل و خون ریزی اور لوٹ مار کا جذبہ انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔ صدیوں تک شمشیرزنی ومردم کشی کے کھیل میں مشغول رہنے کی وجہ سے ان کو خون خواری کا ایسا چسکا لگ گیا تھا کہ خون ریزی کسی غرض کیلئے نہیں بلکہ مقصود بالذات بن گئی تھی۔ احترام حیات انسانی کی قدر و قیمت کا کوئی پیمانہ ان کے ہاں مروج نہ تھا ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے برسرپیکار رہتا۔ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ پر اپنی بزرگی وشرافت اور بہادری وشجاعت کی دھاک بٹھاتا یہ تفاخر کا جذبہ عربوں کی فطری خصوصیات میں سے تھا اور اپنے ہم جنسوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو طاقتور، ممتاز اور معزز ثابت کرنے کیلئے وہ ہر قسم کے خطرات برداشت کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے۔ اسی تفاخر کے جذبے سے قبائل میں قتل وغارت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا۔ اہل عرب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جب کوئی شخص قتل کیا جاتا ہے تو اس کی روح پرند بن کر اڑجاتی ہے اور جب تک اس کا بدلہ نہ لے لیا جائے وہ کوہ و بیاباں میں اسقونی اسقونی (مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ) کہہ کر چیختی پھرتی ہے۔

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا انتقام لے لیا جاتا ہے وہ زندہ رہتا ہے اور جس کا انتقام نہیں لیا جاتا وہ بے جان ہوجاتا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک بدلہ نہ لے لیا جائے مقتول کی قبر میں اندھیرا رہتا ہے اس قسم کے عقائد کی بناء پر مقتول کے رشتہ دار، اہل قبیلہ حتیٰ کہ اس کے قبیلہ کے حلیف تک اپنا فرض سمجھتے تھے کہ اس کے قاتل سے خون کا بدلہ لے کر اس کی روح کو مطمئن کردیں۔ اس طرح ایک شخص کے قتل ہوجانے سے بڑے بڑے قبیلوں میں آگ لگ جاتی تھی اور ایسی خون ریزیوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا کہ سالہا سال تک نہ تھمتا تھا۔ اگر کوئی شخص یا قبیلہ اپنے آدمی کے خون کا بدلہ لینے میں کوتاہی کرتا یا اس کے عوض خون بہا قبول کرلیتا تو یہ بڑی ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی اور اس بزدلی سے اس کی شرافت کو بٹہ لگ جاتا تھا۔ شعرائے جاہلیت اسی عقیدہ کی بنا پر

قوموں کو لڑنے کا جوش دلاتے تھے اور اکثر اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ان کے قبیلہ نے کبھی اپنے کسی مقتول کا خون رائیگاں نہ جانے دیا۔ سموال بن عادیہ کہتا ہے۔

وما مات منا سید حتف انفه　　　　ولا طل منا حیث کان قتیل (۱۸)

(ہم میں سے کوئی سردار اپنی طبعی موت نہیں مرا اور جب ہمارا کوئی آدمی مارا گیا تو اس کا خون کبھی رائیگاں نہ ہوا)

اس قسم کے جذبات سے عرب جاہلیت کا لڑیچر بھرا پڑا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب کی نگاہوں میں انسانیت کے خون سے کھیلنا بڑی ہی خوبی کا کام تھا۔ اسی طرح جنگ داحس اور غبرا بھی کوئی چالیس سال تک لڑی گئی اس کا سبب بڑا عجیب اور نرالا تھا۔ داحس اور غبرا دو گھوڑوں کے نام تھے اول الذکر قیس کی ملکیت تھا جو قبیلہ عبس کا سردار تھا اور مؤخر الذکر حذیفہ کی ملکیت تھا جو خاندان ذبیان کا رئیس تھا۔ گھوڑ دوڑ کیلئے ایک دن مقرر کیا گیا۔ داحس اپنی برق رفتاری کی وجہ سے مسابقت لے گیا۔ ذبیانیوں کو یہ امر ناپسند تھا انھوں نے چند آدمیوں کو پہلے ہی سے مقرر کر رکھا تھا کہ اگر داحس آگے نکل جائے تو اسے اصل راستہ سے ہٹا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ داحس جب ہدف تک پہنچنے والا ہی تھا تو چند منچلے ذبیانی کمین گاہ سے باہر آئے اور گھوڑے کو اس کے راستہ سے ہٹا دیا۔ غبرا آگے نکل گئی اور اس نے میدان جیت لیا۔ قیس کو جب حقیقت کا علم ہوا تو اس نے سو اونٹوں کا مطالبہ کیا لیکن ذبیانی دینے والے نہیں تھے۔ گالی گلوچ سے نوبت ہاتھا پائی تک پہنچی اور پھر اس نے جنگ کی صورت اختیار کر لی(۱۹)

ایام جاہلیت میں دولت و ثروت اور عزو وقار کے لحاظ سے کلیب جو بکر بن وائل کا سردار تھا اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے کوئی اس کا ثانی نہ تھا۔ اسی کے قتل نے بکر اور تغلب کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکا دی اور وہ چالیس سال تک انسانی ایندھن سے مشتعل رہی اور ہزاروں نفوس اس کی نذر ہو گئے(۲۰)

یہ عرب کی قبائلی عداوتوں کے اصلی محرکات تھے ان میں کسی شریف تر اور بلند تر نصب العین کا نام و نشان تک نہیں ہے وہی خالص بہیمی اور حیوانی داعیات جو ایک درندے کو اپنے مدمقابل کے پھاڑ کھانے پر ابھارتے ہیں یہ مقاصد کے لحاظ سے موجودہ دور کی دہشت گردی سے مماثلت رکھتی ہے۔

عالمی دہشت گردی کی چند مثالیں

اطراف عالم کے یہود و نصاریٰ کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان متعصب اور سفاک اقوام کی کاروائیاں عالم اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے اور مسلمانوں کو براہ راست اور بالواسطہ قتل و

غارت کا نشانہ بنانا، ان کی املاک و جائداد کی تباہی و بربادی، مساجد و مقدس مقامات کی حرمت پامال کرنا، معصوم بچوں اور عورتوں پر مظالم ڈھانا اور نسل کشی کا بازار گرم کرنا روزمرہ کا معمول بن چکی ہیں۔ ان نام نہاد مہذب اقوام نے ہر قسم کی اخلاقی و انسانی حدود کو پامال کر کے عالمی دہشت گردی و بربریت کی ایک نئی داستان رقم کی ہے۔ ان اقوام کی متعصبانہ، جابرانہ، قاہرانہ اور سفاکانہ یلغار نے عالمی امن وسکون کو غارت کر کے خوف وہراس کی تمام ترہولناکیوں اور وحشت ناکیوں کو زندہ کر کے عالمی ضمیر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے لیکن افسوس کہ امن ومساوات کے ان نام نہاد مدعیوں سے خون مسلم کی ارزانی کا حساب کون چکائے اور اپنے دین کے ازلی دشمنوں یہود و نصاریٰ کو گریبان سے کون پکڑے کیونکہ ہماری حالت یہ ہے کہ پورا عالم اسلام ایک اجتماعی بے حسی کا شکار ہے کم از کم مفکرین و مدبرین ملت کو دہشت گردی و بربریت کے سیلاب عظیم کو روکنے کی علمی و فکری کاوشوں کو بروئے کار لانا کچھ مشکل نہیں۔ عالمی دہشت گردی کے واقعات کی فہرست بہت طویل ہے لیکن اختصار کے ساتھ چند اہم واقعات کی نشاندہی قارئین منہاج کے پیش کی جاتی ہے۔

عراق کویت تنازعہ اور یورپی اقوام کی دہشت گردی

چند سال قبل یہودی اور امریکی ایجنٹوں نے بھیس بدل کر کویت اور عراق کو تصادم کا نشانہ بنوایا۔ پھر امریکہ کے ساتھ برطانیہ، اٹلی، فرانس جرمنی، کنیڈا اور آسٹریلیا سارے مسیحی ممالک نے عملاً اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر آتش و آہن کی بارش سے ہزاروں عراقی مسلمانوں جن میں اکثریت عورتوں اور معصوم بچوں کی تھی موت کے گھاٹ اتار کر دہشت گردی و بربریت کا وہ نمونہ پیش کیا جس سے صحراؤں کی پیاسی ریت کو خون انسانیت سے سیراب ہونے کا موقع ملا۔ کاش مسلم حکمرانوں کو اس وقت اس حکم خداوندی کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب ہوتی جس کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

یایھاالذین امنوا لا تتخذو ا الیھود و النصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانه منھم ان الله لایھدی القوم الظلمین.(۲۱)

اے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو اپنا دوست بنائے گا تو اس کا شمار بھی ان ہی میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جموں و کشمیر کے مسلمانوں کی داستان قتل و غارت

تقسیم برصغیر کا بنیادی اصول تصور، جس کی اساس پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا، یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ ایک جداگانہ قوم ہیں جن کا دین، تہذیب، معاشرت، ہر شے ہندوؤں سے جدا ہے اس لئے انہیں ان کے اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک ایسا الگ وطن ملنا چاہیے جہاں وہ اپنے دین تہذیب اور نظام حیات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اس اصول کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ مسلم اکثریت کے ملحقہ علاقے پاکستان میں شامل ہوں گے اور ہندو اکثریت کے علاقے بھارت میں۔ اس اصول کے سامنے آتے ہی ہندو جو پہلے ہی انتہا پسند اور متشدد ہندو تنظیموں کے پلیٹ فارموں پر منظم ہو کر مسلح ہو چکے تھے اور اپنے انتہا پسندانہ فسطائی ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر مسلمانوں کے خلاف میدان عمل میں اتر آئے اور انھوں نے مشرقی پنجاب۔ یو۔ پی اور بہار میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں پر ظلم واستبداد کے وہ پہاڑ توڑے کے الحفیظ والاماں مسلح اور تربیت یافتہ درندہ صفت ہندو اور سکھ غنڈے منظم ہو کر مسلمان آبادیوں پر چڑھ دوڑے۔ مسلمان مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں کا سفاکانہ قتل کیا گیا۔ خواتین اسلام کی سر عام عزتیں لوٹی گئیں۔ کروڑوں مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کر کے پاکستان میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔

بھارت کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر کے جبری الحاق کا جو ڈرامہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں رچایا گیا تھا وہ تقسیم برصغیر کے اس اصول کے بالکل منافی تھا جس کی اساس پر پاکستان قائم ہوا۔ مسلم اکثریت کی ریاست جموں و کشمیر پر بھارتی سامراج نے محض پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کی خاطر قبضے کی سازش کی اسے یہ بھی علم تھا کہ ریاست کے عوام اس جبری الحاق کو کسی صورت بھی قبول نہیں کریں گے اس صورت سے عہدہ برا ہونے کیلئے اس نے کشمیری عوام سے یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ الحاق بالکل عارضی ہے اور ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کیلئے ریاست میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کا اہتمام کیا جائے گا لیکن یہ ایک چال تھی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے ساتھ بھارتی حکومت کا یہ رویہ برہمنی سیاست کے معمار اول کوٹلیہ کے اس قول کے عین مطابق تھا:

جب تم اپنے دشمن کو مارنا چاہو تو اس سے دوستی پیدا کرو، جب اسے مارنے لگو تو اسے گلے لگا لو اور پھر جب اس کو مار چکو تو اس کی لاش پر آنسو بہاؤ۔ (۲۲)

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سامراج کی سیاسی حکمت عملی کا ایک ہدف یہ رہا ہے کہ وہاں پر اسلام، حق خودارادیت اور آزادی کی علمبردار قوتوں کو پوری سختی کے ساتھ کچل دیا جائے اور ان پر اس قدر تشدد کیا جائے جو دوسروں کیلئے باعث عبرت ثابت ہو چنانچہ انہیں کئی کئی سال تک جیلوں میں بند رکھا جاتا رہا ہے جہاں انہیں شدید اور وحشیانہ قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا رہا ہے ان کے جسموں سے برقی روگزاری جاتی رہی ہے ان کے ناخن کھینچے جاتے رہے ہیں ان پر بھوکے بلے اور کتے چھوڑے جاتے رہے ہیں انہیں برقی قمقموں کی تیز روشنی میں مسلسل جاگنے پر مجبور کیا جاتا رہا ہے غرضیکہ ان پر اس قدر تشدد کیا جاتا رہا ہے کہ بسااوقات وہ اپنے حواس تک کھو بیٹھتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء سے اب تک تسلسل کے ساتھ جاری چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اب تک کشمیر میں اسلام کے پیروکار ہزاروں کی تعداد میں اس جبرو تشدد کا شکار اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز ابھی جاری ہے۔ پوری دنیا میں دہشت گردی و بربریت کی اس جیسی مثال نہیں ملتی۔ بھارتی فوج کے مظالم اور غارت گری سے پوری وادی کے مسلمانوں کو امن و سکون نصیب نہیں خوف و ہراس اور قتل و غارت کی وجہ سے اپنے گھروں کو چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ ان کو دہشت گردی کا شکار صرف اسلیے بنایا جارہا ہے کہ اللہ کی واحدانیت سے منکر ہوجائیں ایسی حالت میں اللہ تعالی اپنے اطاعت شعار بندوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

اذن للذین یقتلون بانهم ظلموا وان الله علی نصر هم لقدیرالذین اخرجوا من دیارهم بغیرحق الاان یقولوارنباالله (۲۳)

جن کوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انہیں لڑنے کی اجارت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قدرت رکھتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے ہیں ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔

مغربی اقوام کے دلوں میں اگر اسلام کے خلاف بغض وعداوت نہ ہوتی تو وہ کشمیریوں کو ان کا جائز حق دلانے میں سنجیدہ ہوتے جبکہ انہی یہودو نصاری نے کشمیری حریت پسندوں پر دہشت گردی کا لیبل لگا کر ہندوؤں کے حوصلوں اور ارادوں کو مزید پھلنے اور پھولنے کا موقع فراہم کردیا۔ مگر خود اس بہتان لگانے والوں نے انسانیت کا خون بہا بہا کر زمین کے چہرے کو سرخ بنادیا ہے۔

افغانستان میں روسی فوج کی آمد اور قتل و غارت

دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل اور اپنے بنیادی فلسفہ حیات کو پھیلانے کی خاطر ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ملک افغانستان میں اپنی خونخوار فوج داخل کر کے پورے عالم اسلام کو خوف و ہراس میں مبتلا کردیا۔ روسی درندہ صفت فوج نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ افغانیوں کے قتل عام کا بازار گرم کردیا۔ معصوم بچوں اور عورتوں کو تہ تیغ کیا گیا عمارات کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا گیا۔ ہزاروں افغانی مسلمان اپنے پڑوسی ملکوں کو ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے ان کی جائدادوں اور املاکوں کو تباہ و برباد کردیا گیا۔ معصوم انسانیت کا بے دریغ خون بہایا گیا۔ غرضیکہ مہذب دینا میں دہشت گردی کی انوکھی مثال اس جیسی نہیں ملتی روسی فوج کی سفاکانہ یلغار اور اس کی بربریت کو روکنے کی خاطر افغان مجاہدین نے اپنی قوت ایمانی کے سہارے اللہ کے اس حکم کے تحت ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے

و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخر جوھم من حیث اخرجوکم والفتنته اشد من القتل (۲۴)

اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھ جاؤ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کو مارو جہاں پاؤ اور ان کو نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے کیونکہ فتنہ قتل سے بری چیز ہے۔

افغانستان میں روسی فوج کی قتل و غارت اور دہشت گردی نے عالمی امن و سکون کو غارت کر کے پوری دینا کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا اور دفاعی لحاظ سے کمزور ممالک کا وجود صفحہ ہستی سے مٹنے کے قریب تھا لیکن افغانی عوام نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر رکھ دیا یہ الگ بات ہے کہ روسی فوج کے نکل جانے کے بعد اب تک افغانستان میں پائدار امن قائم نہیں ہو سکا جس کی بنیادی وجہ مغربی اقوام کی ریشہ دوانیاں اور ان کے پھیلائے گئے سازشوں کے جال ہیں۔ بہر حال روس کی اس کھلم کھلا دہشت گردی کے باوجود افغان مجاہدین پر دہشت گرد ہونے کا الزام زیب نہیں دیتا جنھوں نے اپنے وجود کو اغیار کے ہاتھوں مٹنے نہ دیا بلکہ اغیار کا آپنا وجود بکھر کر رہ گیا اور اپنی پھیلائی ہوئی دہشت گردی کے شعلوں سے اپنے دامن کو نہ بچاسکا۔

فلسطینی مسلمانوں پر ارض فلسطین کو تنگ کرنے کی کوشش اور دہشت گردی

فلسطین عرب دینا کا ایک لاینفک جز تھا جو شام سے غیر ممیز تھا اور اس کی آبادی نوے فیصد عرب آبادی تھی (۲۵)

اعلان بالفور کے ساتھ ہی دینا کے مختلف ممالک سے یہودیوں کا سیلاب فلسطین کی طرف اومڈ پڑا۔ ایک یہودی مصنف کے الفاظ میں یہی وہ اعلان ہے جس کے نتیجہ میں جنگ عظیم اول کے بعد فلسطین میں آباد صرف ۲۶۰۰ یہودی جو ان منتشر دیہاتوں میں بکھرے ہوئے تھے جن کی تعداد دو درجن سے زیادہ نہ تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ۸۳ ہزار کی ایک منضبط اور خوشحال قوم میں تبدیل ہوگئے۔ عربوں کی زمین دھڑا دھڑ بکنے لگی۔ زمینوں کی کاشت اور منڈیوں سے عرب بے دخل کیے جانے لگے (۲۶)

فلسطین کو یہودی سلطنت میں تبدیل کرنے کی خاطر یہ حربہ استعمال کیا گیا کہ دینا کے مختلف ممالک سے یہودیوں کو یہاں لاکر آباد کرنا شروع کردیا۔ فلسطین میں یہودیوں کی کثرت آمد کی وجہ جرمنی میں یہودیوں پر نازیوں کے مظالم بھی ہیں۔ یہودیوں کی آمد کی رفتا ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ گئی کہ ارض فلسطین فلسطینوں کیلئے تنگ ہو گئی۔ فلسطینی اپنی سرزمین میں اجنبی بن گئے اور یہودیوں نے انہیں ہجرت کرنے پر مجبور کردیا یہودی جو فلسطین میں اجنبی کی حیثیت سے وارد ہوئے ان کو یہ موقع مل گیا کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنی حکومت قائم کرلی آخر کار مئی ۱۹۴۸ء میں یہودیوں نے تل ابیب میں اسرائیلی حکومت کے قیام کا اعلان کردیا۔ آزاد اسرائیلی حکومت کے قیام سے فلسطینی مسلمانوں کو اپنی سرزمین سے تہ تیغ کرنے کا منصوبہ عمل میں لایا گیا یہودی اپنی شرارتوں اور سازشوں کی بناء پر ظہور اسلام سے لے کر اب تک اسلام اور اس کے پیروکاروں کے بدترین دشمن ثابت ہوئے ہیں انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا فلسیطنی مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی داستان ایڈورڈ سعید نے یوں بیان کی ہے۔

۱۹۴۸ء کے بعد مملکت اسرائیل نے مقامی عرب آبادی کو خود اپنے انسانی آثار اور نشانات مٹانے کیلئے استعمال کیا اس کی کوشش یہ تھی کہ انہیں انسانوں کے ایک ایسے طبقے میں تبدیل کردیا جائے جن کے پاس سوچنے کیلئے آپنا دماغ نہ ہو جو بمشکل حرکت کرسکیں اور مکمل طور پر مطیع وفرمانبردار رعایا بن جائیں ۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد مغربی کنارے، جولان کی پہاڑیوں، غزہ کی پٹی اور سینائی کے مقبوضہ عرب علاقوں میں سفاکی، شقاوت اور درندگی نے ننگا ناچ ناچا۔ ایذا رسانی کا کون سا طریقہ تھا جو عربوں کے

خلاف آزمایا نہیں گیا۔ انھیں عقوبت گاہوں میں پابند سلاسل رکھا گیا۔ ملک بدر کیا گیا۔ پورے پورے دیہات کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ کیماوی ادویات چھڑک کر فصلوں اور درختوں کی ہریالی ختم کردی گئی۔ مکانات کو زمین بوس کردیا گیا۔ زمینیں ضبط کرلی گئیں ہزاورں افراد پر مشتمل آبادیوں کی منتقلی عمل میں لائی گئی(۲۷)

اسلام میں حیات انسانی کا احترام اور دہشت گردی کے متعلق ہدایات و تعلیمات

انسانی جان و مال کی حفاظت واحترام شریعت اسلامیہ کے ان مقاصد میں شامل ہے جن کیلئے شریعت وضع ہوئی ہے۔ عالم اسلام کے نامور اصولی فقیہ امام ابواسحاق شاطبی نے ان مقاصد کو شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ضروریات کل پانچ ہیں جو یہ ہیں۔ دین، نفس، نسل، مال اور عقل کی حفاظت (۲۸) ان ضروریات میں ترتیب کے لحاظ سے تو دین کی اہمیت نمایاں ہے لیکن عمرانی نقط نظر سے نفس یعنی جان کی حفاظت بہت اہمیت کی حامل ہے کیونکہ تمدنی و عمرانی لحاظ سے دنیا کی تمام رونقیں اور چہل قدمیاں انسانی وجود سے وابستہ ہیں۔ انسانی وجود سے ہی جہان رنگ و بو کی حسن آفرینیاں اور کرشمے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کارخانہ قدرت میں سب سے فعال عنصر انسان ہے۔ کائنات کا یہی فعال عنصر انسان اپنی عقل وادراک اور ارادہ اختیار سے اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو جب دل و جان سے قبول کرکے کامل مومن ہونے کا عملی ثبوت بہم پہنچاتا ہے تو پھر ایسے کامل مومن کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک بہت بڑھ جاتا ہے۔اس مقام و مرتبہ کی قدرو قیمت جاننے کیلئے یہ حدیث نبوی ملاحظ کیجیے:

عن عبداللہ بن عمرو قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبة و یقول ماطیبک واطیب ریحک مااعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمتہ المومن اعظم عنداللہ حرمة منک مالہ و دمہ وان نظن بہ الاخیرا (۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے تو کتنا عظیم الرتبت ہے لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے مومن کی جان و مال کی حرمت اللہ کے

نذدیک تجھ سے زیادہ ہے اس لیے ہمیں مومن کے ساتھ نیک خیال رکھنا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات کی منشا کے مطابق احترام حیات انسانی کی تعلیم کو اپنی معلمانہ کاوشوں کی بدولت چادانگ عالم میں پھیلا دیا جس کی تعمیل و تلقین ہر اس شخص پر فرض تھی جو کلمہ اسلام کا قائل ہو۔ جس کی بدولت عرب جیسی خونخوار قوم کے اندر احترام نفس اور امن پسندی کا ایسا مادہ پیدا ہو گیا کہ بڑے بڑے قافلے بے خوف و خطر ایک مقام سے دوسرے مقام تک سفر کرتے اور کسی کی جان و مال غیر محفوظ نہ تھی۔ فتوحات اسلامیہ کے ساتھ اسلام کے اخلاقی اثرات کا دائرہ بھی پھیلا اور انسانی جان کی اس ناقدری کا خاتمہ ہوا جو دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کے مہذب قوانین میں حرمت نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اس انقلاب کا نتیجہ ہے جو اسلامی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشن کی کامیاب تکمیل کے بعد بھی انسانی جان کی حرمت کو معمولی نہ سمجھا اس لیئے آپ نے حجۃ اولوداع کے موقع پر اسلامی تعلیمات پر مشتمل جو جامع خطبہ ارشاد فرمایا اس میں بھی انسانی جان و مال کی عزت و حرمت کو عجیب اور دل نشین انداز میں واضح فرمایا تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان انسانی جان و مال کی حرمت کو صحیح طور پر سمجھ سکیں۔ حدیث نبوی ہے

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع الا ان احرم الایام یومکم هذا الا و ان احرم الشهور شهرکم هذا الا و ان احرم البلد بلدکم هذا الا وان دماء کم واموالکم علیکم حرام کحرمته یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا(۳۰)

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع میں ارشاد فرمایا۔ خبردار تمام دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والادن یہ ہے۔ تمام مہینوں میں سب سے زیادہ ذی شرف مہینہ یہ ہے اور تمام شہروں میں سب سے زیادہ افضل شہر یہ ہے خبردار تمھاری جان تمھارے مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس شہر اس مہینہ اور اس دن کی حرمت ہے۔

اسلام نے انسانی جان و مال کی حرمت سے نظام تمدن کو وسعت و ترقی دی ہے اگر یہ حرمت قائم نہ کی جاتی تو انسانیت کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔ معاشرتی ارتقاء کا منصوبہ زوال پذیر ہو جاتا اور گھرانوں کے گھرانے ویرانوں میں تبدیل ہو جاتے کیونکہ کسی انسان کی ناحق جان لے لینا معمولی ظلم نہیں بلکہ اس ظلم اور اقدام سے معاشرے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اسی لیئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا:

من قتل نفسا بغير نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جميعا ومن احيا ها فکانما احيا الناس جميعا (۳۱)

جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس کے کہ کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔

ایک اور مقام پر قرآن نے ارشاد فرمایا:

ولا تقلوا النفس التی حرم الله الا بالحق (۳۲)

کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے ہلاک نہ کرو سوائے اس صورت کے کہ ایسا کرنا حق کا تقاضا ہو

قرآن و حدیث کے ان نصوص سے انسانی جان کی حرمت واضح ہوجاتی ہے۔ ایک بندہ مومن قتل کے ارتکاب سے کافروں میں شامل ہوجاتا ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لاترجعوابعدی کفارایضرب بعضکم رقاب بعض(۳۳)

میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ایسے بھی موجود ہیں جن میں ناحق خون بہانے کو بد ترین گناہ قرار دیا ہے۔ آپ کا ایک ارشاد گرامی یوں ہے۔

عن انس بن مالک عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اکبر الکبائر الا شراک بالله وقتل النفس و عقوق الوالدين و قول الزور (۳۴)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور جان کو قتل کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسالم لن یزال المومن فی فسحة من دينه مالم يصب دما حرام (۳۵)

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن ہمیشہ کشادگی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ خون ناحق نہیں کرتا ہے۔

عن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اول مایقضی بین الناس یوم

القیمة فی الدمآء(۳۶)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا ایک قول امام بخاری بیان کرتے ہیں

ان من ورطات الامور التی لا مخرج لمن اوقع نفسه فیها سفک الدم الحرام بغیر حله(۳۷)

کسی کو ناحق قتل کرنا ان مہلک امور میں سے ہے جن میں کہ پڑنے والا کا نکلنا بہت ہی دشوار ہے۔

عن البرآبن عازب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لزوال الدنیا اهون علی الله من قتل مومن بغیر حق(۳۸)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک دنیا کا ختم ہوجانا ایک مسلمان کے ظلماً قتل سے زیادہ سہل ہے۔

ان احادیث نبویہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ ایک انسان کا ناحق خون بہانا کبیرہ گناہ ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ناحق قتل کرنے والا مہلک خطرات و مشکلات میں گھر جاتا ہے جہاں سے اس کا نکلنا بہت دشوار ہے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ایک مسلمان کے ناحق قتل سے دنیا کا زوال پذیر ہوجانا زیادہ آسان ہے۔

مومن کے خون کی حلت کی صورتیں: اسلام انسانی جان کی حرمت ہر حال میں قائم نہیں رکھتا بلکہ کچھ مواقع ایسے ہیں جب حرمت زائل ہو کر حلت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہ حقیقی عدل نہ ہوتا بلکہ حقیقی ظلم ہوتا۔ حرمت زائل ہو کر حلت میں تبدیل ہوجانے کی صورتیں تین ہیں جو اس حدیث نبوی سے ثابت ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایحل دم امری مسلم الا باحدی ثلث زنی بعد احصان اوارتداد بعد اسلام اوقتل نفس بغیر حق فقتل به(۳۹)

کسی مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ نکاح کے بعد زنا کرے یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوجائے یا کسی کو بغیر حق کے مار ڈالے اور اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے۔

ایک دوسری حدیث میں یہی مفہوم الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ یوں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لایحل دم امرئیے مسلم یشھد ان لاالہ الا اللہ وان محمد ا رسول اللہ الا فی احدی ثلث رجل زنی بعد احصان فانہ یرجم ورجل خرج محاربا باللہ ورسولہ فانہ یقتل اویصلب اوینفی من الارض او یقتل نفسا فیقتل بھا.(۴۰)

کسی مسلمان کا خون جائز نہیں جو یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اس کے رسول ہیں مگر تین وجہ سے۔ ایک شادی شدہ زانی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا وہ شخص جو اسلام سے مرتد ہو کر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے تو یا تو قتل کیا جائے گا یا سولی پر لٹکایا جائے گا یا ملک سے جلا وطن کیا جائے گا یا کوئی شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اسے قتل کیا جائے گا۔

انسداد دہشت گردی کے متعلق اسلامی ہدایات و تعلیمات

اسلام کی نظر میں انسانی خون کی بڑی قدر و قیمت ہے خواہ وہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ اسلام ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ کسی کا خون بغیر کسی معقول اور جائز سبب کے بہایا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا(۴۱)

(اللہ نے جس جان کو حرام کیا ہے اس کو ناحق نا مارو اور جو ناحق مارا جائے اس کے وارث کو ہم نے اختیار دیا چاہیے کہ وہ قصاص میں زیادتی نہ کرے)

انسانی خون کی اس قدر و قیمت کو صحیح طور پر جان لینے کے بعد کوئی مسلمان خواہ متعصب ہو یا غیر متعصب کوئی ایسا اقدام نہیں کرسکتا

ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اول مایحاسب بہ العبدالصلوٰۃ و اول مایقضی بین الناس یوم القیمۃ فی الدما(۴۲)

قیامت کے دن بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور لوگوں کے درمیان جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کے معاملات ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ وان ریحھالیوجد من میسرۃ اربعین عاما(۴۳)

جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرے گا اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے بھی محسوس ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن وحدیث کے ان نصوص سے واضح یہ ہوا کہ کسی انسان کو بغیر کسی شرعی سبب قتل کر دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی چیز کو موجودہ دور کی مروجہ اصطلاح دہشت گردی سے تعبیر کرنا بالکل مناسب اور جائز نظر آتا ہے جس کی کچھ وضاحت پہلے کی جاچکی ہے اور باقی وضاحت جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو بیان کرنے میں مل جائے گی۔ جس میں مخالفین اسلام کے نازیبا پراپیگنڈہ اور جائز ناجائز الزام تراشیوں کی تردید ہوجائے گی جو وہ اسلام اور مجاہدین کو بدنام کرنے کی خاطر وقتاً فوقتاً ایجاد کرتے رہتے ہیں اور اسلامی جہاد کی اصل صورت حال بھی نکھر کر سامنے آجائے گی۔

دہشت گردی کی اسلام میں سزا

انسانی جان ومال کی حفاظت واحترام ایسے بنیادی حقوق ہیں جن سے کسی انسان کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام ان کا پورا اہتمام اور پاسداری کرتا ہے۔ اور ان حقوق کو غصب کرنے والوں کیلئے کڑی اور سخت سزائیں مقرر کرتا ہے کیونکہ وہ اگر ایسا نہ کرتا تو یہ ایک بڑا ظلم ہوتا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب حجتہ اللہ البالغہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے۔

جن مقاصا کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ان میں سب سے بڑا مقصد لوگوں کے باہمی جور و ظلم کا دور کرنا ہے کیونکہ ان کا باہم ایک دوسرے پر ظلم کرنا ان کی حالت کو خراب کرنا ہے اور ان پر بڑی تنگی پیدا کرنا ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں اور مظالم کی تین قسمیں ہیں ایک جان پر تعدی کرنا۔ دوسرے لوگوں کے اعضاء پر تعدی کرنا۔ تیسرے لوگوں کے مالوں پر تعدی کرنا پس حکمت الہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام میں سے ہر قسم کو ایسی سخت سزاؤں سے بند کیا جائے جو لوگوں کو دوبارہ ان کے ارتکاب سے باز رکھیں اور یہ مناسب نہیں تھا کہ سب سزائیں ایک ہی مرتبہ کی ہوں اس لئے کہ قتل کرنا ہاتھ پاؤں کاٹنے کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ہاتھ پاؤں کاٹنا تلف مال کے برابر ہوسکتا ہے اور یہ جن خواہشات سے یہ مظالم سرزد ہوتے ہیں ان کے مراتب بھی مختلف ہوں اس واسطے کہ یہ بدیہی بات یہ ہے کہ عمداً قتل کرنا ایسا نہیں ہے جیسے تساہل جو خطا کا سبب ہوتا ہے پس سب سے بڑا ظلم قتل ہے اور وہ سب گناہوں سے بڑا ہے تمام اہل مذاہب کا اس پر اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر خواہش غضب میں

نفس کی اطاعت کرنا ہے اور وہ لوگوں میں فساد پھیلانے کی سب سے بڑھ کر صورت ہے اور اس میں مخلوق الہی کا تغیر اور بنیاد الہی کا منہدم کرنا ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں سے جو نوع انسانی کا پھیلانا چاہا ہے اس کے بھی یہ برخلاف ہے۔(۴۴)

دہشت گردی میں چونکہ عمداً اور ظلماً انسانی جان کو قتل کیا جاتا ہے اس لئے اس کی سزا بھی قتل خطا کی نسبت کڑی اور سخت ہے تا کہ اس ظلم کا سد باب کیا جاسکے۔ قتل خطاء اور قتل عمد کی سزا کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وما كان لمومن ان يقتل مومنا الا خطا ومن قتل مومنا خطا فتحرير رقبة مومنة و دمة مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا فان كان من قوم عدو لكم و هو مؤمن فتحريرقبة مومنة. وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحريررقبة مومنة. فمن لم يجدفصيام شهرين متتابعين توبة من الله. وكان الله عليما حكيما. ومن يقتل مومنامتعمدا فجزاءه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا عظيماً(۴۵)

(اور کسی مومن کو شایان نہیں کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کردے اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہادے۔ہاں اگر وہ معاف کردیں (تو ان کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثان مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے روزے رکھے یہ (کفارہ) خدا کی طرف سے (قبول) توبہ (کیلئے) ہے اور خدا سب کچھ جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور خدا اس پر غضب ناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کیلئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

نفس پر ظلم یہ ہے کہ جب کوئی شخص عمداً یا ظلماً کسی دوسرے شخص کو مار دے اور وہ عاقل و بالغ ہو اور مقتول کی اصل نہ ہو اور مقتول ایسا ہو کہ اس کا خون بہانا جائز نہ ہو اور جرم کے دوران میں وہ قاتل کا دفاع کر رہا ہو تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی سزا قصاص ہے اور اس صورت میں قصاص لینا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔(۴۶)

کتاب اللہ میں اس کا ثبوت یہ ہے:

"یایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی. الحر بالحر والعبدبالعبد ولانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیرہ شئی اخیہ فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ. فمن اعتدیٰ بعدذلک فلہ عذاب الیم"(۴۷)

(اے مومنو مقتولوں کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد (مارا جائے) اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت اور اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کردیا جائے تو (وارث مقتول) پسندیدہ طریق سے (قرارداد کی (پیروی (یعنی مطالبہ خون بہا) کرنا (قاتل کو) خوش خوئی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے یہ پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے آسانی اور مہربانی ہے جو اس کے بعد زیادتی کرے اس کیلئے دکھ کا عذاب ہے۔)

سنت میں اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من قتل لہ قتیل فھوبخیرالنظرین اماان یفتدی واماان یقتل"(۴۸)

(جس کوئی آدمی قتل ہوجائے اسے دو باتوں کا اختیار ہے چاہے اس کا فدیہ لے چاہے قتل کرے۔)

اجماع سے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کے معتبر علمائے سلف وخلف کا قصاص کی مشروعیت پر اجماع ہے عقل بھی قصاص کی مؤید ہے کیونکہ اگر قاتل کو اپنے عمل کے مجانس سزا نہ دی جائے تو وہ اسی قسم کے متعدد جرائم کا مرتکب ہوگا جس سے خوف پھیلے گا۔ امن برباد ہوگا اور ناحق کئی لوگ مارے جائیں گے مگر جب مجرم کو علم ہو کہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس کے عمل کے مطابق اسے سزا ملے گی تو وہ لامحالہ جرائم کے ارتکاب سے رکے گا اس طرح وہ خود اور جس شخص کو وہ قتل کرنا چاہتا ہے دونوں بچ جائیں گے اور معاشرہ میں امن وسکون ہوجائے گا۔(۴۹)

جان پر ظلم کرنے سے کم تر مظالم بھی ہیں۔ اسلام نے اس میں بھی قصاص کا حکم دیا ہے کیونکہ جو مظالم جان پر ظلم سے کم تر ہیں ان سے بھی انسان کی اسی طرح محافظت ہونی چاہیے جس طرح انسانی جان کی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ یہی طریق اس کی حفاظت وسلامتی کا ہے۔ جمہور علماء کی رائے میں جان سے کم تر مظالم میں بھی قصاص ثابت ہے تاکہ جزا اور عمل میں مجانست ہو ان کا استدلال قرآن حکیم کا یہ ارشاد ہے:

"وکتبناعلیھم فیھاان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص. فمن تصدق بہ فھوکفارۃ لہ"(۵۰)

(ہم نے اس میں ان پر جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص فرض کیا پس جو اسے معاف کردے وہ اس کیلئے کفارہ ہوگا۔)

دہشت گردی میں کسی انسانی جان کا قتل قتل عمد کی مثل ہے اور اس کا نتیجہ گناہ اور قصاص ہے الا اس صورت میں قصاص نہیں کہ جب اولیاء مقتول معاف کردیں یا صلح کرلیں اور ہمارے نزدیک اس میں کفارہ نہیں ہوتا ہے۔(۵۱)

اسلام نے جو قتل کی سزا قصاص رکھی ہے اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کیونکہ قصاص کا حکم عام ہے۔ فتاوی عالمگیری کے فقہاء کرام لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے قصاص میں کافر قتل کیا جائے گا۔ یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص میں ذمی قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔(۵۲)

یہی فقہاء کرام مزید لکھتے ہیں:

اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر ہوئے تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائے گا اور ان لوگوں کو سوائے اس کے کچھ استحقاق نہ ہوگا اور اگر ایک ولی حاضر ہوا تو اس کے قصاص میں قاتل قتل کیا جائے گا اور باقیوں کا حق ساقط ہوجائے گا۔(۵۳)

اعضاء کے قصاص کے متعلق فقہاء کرام نے جو تصریح کی ہے وہ یوں ہے:

"اعضاء کے قصاص میں مسلمانوں و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح دو آزاد عورتوں کے درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہے اور نیز دو کتابیہ عورتوں کے درمیان واجب ہوتا ہے۔ یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور بالوں میں بالکل قصاص نہیں ہوتا۔ یہ ذخیرہ میں ہے۔ ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا ہے سوائے دانتوں کے۔ یہ کافی میں ہے اور ہر قطع جو مفصل سے ہو اس میں اسی موضع میں قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہ ہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جانے سے ہو اس میں ہمارے نزدیک قصاص نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں مارا جس سے اس کی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہے تو اسپر قصاص ہوگا۔ بایں طور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائے گا اور وہ گرم آئینہ اس کی آنکھ سے قریب کیا جائے گا اور اس کی دوسری آنکھ پر پٹی باندھی جائے گی اور اس کے چہرے پر بھیگی ہوئی روئی رکھی جائے گی اور اس کی آنکھ اس گرم آئینہ سے مقابل کی جائے گی پس اس کی روشنی جاتی رہے گی۔(۵۴)

محاربین کی سزا کا دہشت گردوں پر اجراء

دہشت گردی کی کچھ وارداتیں مال و دولت چھیننے کی غرض سے بھی عام وقوع پذیر ہوتی ہیں ایسے دہشت گردوں پر محاربین کی سزا بھی جاری کی جاسکتی ہے۔ محاربین کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"انماجزاء الذین یحاربون اللّٰه ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا اوتقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف اوینفوا من الارض. ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم. الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم فاعلموا ان اللّٰه غفور رحیم. (۵۵)

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کردیا جائے یا صلیب دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف اطراف سے قطع کردیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کردیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے سوائے ان کے جو قابو میں آنے سے قبل توبہ کرلیں جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔)

محاربین کیلئے چند مخصوص احکام ہیں اور شرطیں بھی۔ دہشت گردوں میں بھی اکثر یہ شرائط پائی جاتی ہیں لہذا ان شرائط کی موجودگی میں محاربین کی سزا ان پر جاری کی جاسکتی ہے۔ یہ شرائط تمام کتب فقہ میں موجود ہیں۔ البتہ محاربین کیلئے جو احکام مخصوص ہیں وہ اس طرح ہیں:

"اگر راہزنوں نے قتل کیا اور مال نہ لیا تو امام المسلمین ان کو بسزائے حد شرعی قتل کرے گا حتی کہ اگر اولیائے مقتول نے ان کو عفو کردیا تو ان کی عفو کی طرف التفات نہ فرماوے گا۔ اور اگر ارہزنوں نے مال بھی لیا اور قتل بھی کیا تو ان کو سزا دینے میں امام کو اختیار ہے چاہے ان کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں قطع کرکے پھر ان کو قتل کرے اور سولی دے اور چاہے بدون قطع ان کو قتل کرے اور چاہے ان کو سولی دے دے اور جب سولی دینا چاہا تو ظاہر الروایہ کے موافق زندہ سولی دیکر نیزہ سے ان کا پیٹ پھوڑ دے تاکہ مر جاویں۔

اور امام طحاوی سے مروی ہے کہ زندہ سولی نہ دیگا بلکہ قتل کرکے پھر سولی دے گا۔ پھر تین روز تک ان کو سولی دیا ہوا چھوڑ رکھے گا۔ پھر روک دور کردے گا تاکہ ان لوگوں کے جو کوئی وارث وغیرہ ہوں وہ ان کو اتار کر دفن کریں یہ کافی میں ہے اور جب راہزن قتل کیا گیا یا قطع کیا گیا تو پھر اس پر مال کی ضمان

نہیں ہوتی کذافی المحیط اور نیز جو اس نے قتل یا مجروح کیا ہے اس کا بھی ضامن نہیں ہوتا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مباشر قتل ان میں سے ایک ہی ہوا ہو تاہم حد شرعی ان سب پر جاری کی جاوے گی۔ یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر راہزن نے قتل نہ کیا اور نہ مال لیا مگر مجروح کیا تو جس کے مجروح کرنے میں قصاص آتا ہے اس کی بابت اس سے قصاص لیا جاسکتا ہے اور جس میں ارش ہے اس کا ارش لیا جاسکتا ہے اور لینے کا اختیار والیان قصاص کو ہے۔ اگر راہزنوں نے مال لیا اور مجروح کیا تو داہنے طرف کے ہاتھ اور بائیں طرف کے پاؤں قطع کیے جائیں گے اور جراحات کا حکم باطل ہوجائے گا خواہ عمداً مجروح کیا ہو یا خطا سے۔(۵۶)

مسلمانوں پر دہشت گرد ہونے کے مغربی الزام کا جائزہ

عصر حاضر کے بد ترین دشمنان اسلام نے اسلام اور اس کے ماننے والوں کے خلاف بہتان باندھنے اور الزام تراشیوں کا جو سلسلہ شروع کیا ہے وہ دراصل دنیا کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے کی ایک مذموم حرکت ہے جس کے لئے نہ تو ان کے پاس کوئی ٹھوس اور جامع دلائل ہیں جو ان کی سو بھیس بنالینے والی عقل عیار مہیا کرسکے اور نہ ہی ان کے ملحدانہ ومشرکانہ نظام زندگی اور فلسفہ حیات میں اب اتنی سکت ہے کہ وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے مقبول فلسفہ حیات کو روک سکے۔ یہ دراصل اسلامی فلسفہ حیات کی ضیا پاشیوں سے مغلوب ہونے والے مغرب کے باطل وملحدانہ افکار ونظریات کو نئی زندگی اور توانائی بخشنے کی خام خیالی ہے جو ان کی سیاسی اغراض کو دوام دے سکے۔ ان الزامات تراشیوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ مغرب کے ان باطل نظام ہائے زندگی نے تمام دنیا کو گونا گوں مسائل میں الجھا کر رکھ دیا ہے اور اب مغربی دنیا نے اسلامی فلسفہ حیات کو پہچاننا شروع کردیا ہے۔ چنانچہ مشہور فلسفی برنارڈشا کہتا ہے:

''میں نہایت ہی وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ بشریت اور انسانیت کا نجات دہندہ اگر دین ہوسکتا ہے تو وہ اسلام ہے۔(۵۷)

یورپ اور مغربی دنیا میں اسلام جس تیز رفتاری سے پھیل رہا ہے یہ اس بات کی اٹل دلیل ہے کہ اہل مغرب باطل نظام زندگی سے تنگ آکر اسلام کے گرویدہ بن چکے ہیں جس کو اللہ تعالی نے انسانوں کیلئے صحیح طریق زندگی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ان الدین عند اللہ الاسلام"(۵۸)

(اللہ کے نزدیک انسانوں کیلئے صحیح طریق زندگی اسلام ہی ہے)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

"ھوالذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھره علی الدین کله. ولوکره المشرکون(۵۹)

(اور وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام مذاہب پر غالب کرے اگرچہ مشرک برامنائیں۔)

مغرب میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور باطل افکار ونظریات کی شکست وریخت سے مخالفین اسلام پروپیگنڈہ کی مہم کے ذریعے الزامات کے تابڑتوڑحملوں سے اپنے اندرونی غم وغیض کا اظہار کرنا اپنی عادت بنا چکے ہیں۔ کبھی تو وہ اسلامی حدود اور سزاؤں کو غیر انسانی سزاسے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اسلام کو قتل وغارت کرنے والا اور خون بہانے والا مذہب قرار دیتے ہیں جو اپنے پروردگاروں کو خون ریزی کرنے پر اکساتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوادوسرے تمام مذاہب کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ان نام نہاد امن وامان کے دعویداروں نے خود انسانیت کے خون سے کرہ ارضی کو سرخ بنا کر رکھ دیا ہے۔اپنے جرم سے بری الذمہ ہونے کی فکر میں اسلام کو موردالزام ٹھہراتے ہیں ان کا یہ منشا تو نہیں کہ دنیا کی اس نفرت وناراضی کے سیلاب کا رخ اسلام کی طرف پھیر دیں جس کے خود ان کی اپنی خون ریزیوں کے خلاف امڈ کر آنے کا اندیشہ ہے۔

جس دین کو رب کائنات نے مسند فضیلت سے نواز کر اپنا پسندیدہ ہونے کا شرف بخشا ہو اور جس دین کی پیروی کرنے والی امت کو "خیرامت" کے لقب سے ملقب کیا گیا ہو تو مخالفین کے نزدیک اس دین کو جنگ جو اور اس کے پروکاروں کو دہشت گرد ٹھہرانے کا الزام خود بخود بے وقعت ہوجاتا ہے لیکن پھر بھی مخالفین اسلام کے الزام اور پروپیگنڈہ کو ناکام ثابت کرنے کی خاطر اسوہ حسنہ سے ایک عظیم الشان ایمان افروز واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے ایک طرف مخالفین اسلام کو تسلی ہوجائے گی کہ اسلام جنگ جو مذہب نہیں اور اس کے پیروکار دہشت گرد نہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے دل نور ایمانی سے دوبارہ منور ہوجائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

"بعث النبی صلی اللہعلیه وسلم خالد بن الولیدالی بنی جذیمة فدعاھم الی الاسلام فلم یحسنوا ان یقولوا اسلمنا فجعلوا یقولون صبانا صبانا فجعل خالد یقتل منھم

ویاسرودفع الی کل رجل منا اسیرہ حتی اذاکان یوم امر خالد ان یقتل کل رجل منا اسیرہ فقلت واللہ لا اقتل اسیری ولا یقتل رجل من اصحابی اسیرہ حتی قد مناعلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرناہ فرفع النبی صلی اللہعلیہ وسلم یدہ فقال اللھم انی ابروا الیک مما صنع خالد مرتین"(٦٠)

(حضرت رسول اکرم ﷺ نے خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح یوں نہ کہہ سکے ہم اسلام لائے بلکہ گھبراہٹ میں کہنے لگے کہ صابی ہوگئے۔ خالدؓ نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کردیا اور ہر ایک مسلمان کا قیدی (حفاظت کیلئے) اسی کے سپرد کردیا۔

ایک دن خالدؓ نے یہ حکم دیا کہ ہر ایک مسلمان اپنے قیدی کو مار ڈالے میں نے کہا خدا کی قسم میں تو اپنے قیدی کو نہ ماروں گا نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی مارے گا جب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ اے خدا خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں۔ یہ بات آپ ﷺ نے دو مرتبہ دہرائی۔)

حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے عظیم مجاہدین کے قبول اسلام سے اسلام کو غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ ان کے غیر معمولی اقدام سے حضور اکرم ﷺ اپنے بارگاہ ایزدی سے بری الذمہ ہونے کی دعا والتجا کرتے ہیں۔ مخالفین اسلام کو یہ ارشاد رسول ﷺ ملاحظہ کر کے اپنی آزادانہ رائے قائم کر کے بے لاگ اور غیر جانبدارانہ فیصلہ دینا چاہیے۔

گزشتہ عالمی جنگوں میں قتل وغارت اور دہشت گردی۔ مخالفین اسلام کی تضاد بیانی کا اٹل ثبوت

گزشتہ عالمی جنگوں کو ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اس جنگ کا ہر فریق بزعم خود اپنے اپنے مقام پر تہذیب وتمدن کا داعی، اخلاق وکردار کا معمار، انسانیت وشرافت کا معلم، عدل رواداری کا علمبردار اور اخوت ومساوات کا پیکر تھا۔ ہٹلر کی نازیت، روس کی اشتراکیت، برطانیہ اور امریکہ کی انسانیت یہ تمام جلوے ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ امن کے زمانے میں انسانیت کے بلند ترین مینارہ بابل پر نمودار ہو کر انہوں نے وعظ کیا اور جنگ کے زمانے میں ان کے پندو تلقین کی آوازیں آتش آفروز بموں اور ہلاکت آفریں ہتھیاروں کے شور میں دب گئیں۔ تہذیب انسانی کا یہ دور عروج جنگجو اور

غیر جنگجو آبادی میں فرق نہیں کرتا۔ جس طرح مسلح فوجوں سے جنگ کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ خون ریز، دہشت انگیز اور ہوشربار جنگ نہتی اور غیر مصافی آبادی سے کی جاتی ہے جس طرح مقامات جنگ پر اندھا دھند بمباری کی جاتی ہے اسی طرح اس دوسری جنگ عظیم میں نہتے شہریوں پر بھی آتش افروز بم اور مرگ آفرین راکٹ برسائے گئے۔

بڑی بے دردی سے رنگون، سنگاپور، لندن، برلن، اور لینن گراڈ کے نہتے شہریوں پر آگ اور موت کی بارش کی گئی۔ ہسپتالوں اور عبادت گاہوں کو بھی نہ چھوڑا گیا اور اس سلسلہ کا آخری شاہکار وہ ایٹم بم ہے جو ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرا اور جس نے آن کی آن میں کئی لاکھ شہریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جہاں سے روئیدگی ختم ہوگئی۔ جہاں کی آب وہوا تک مسموم ہوگئی۔ جہاں کی فضا پر اب بھی موت کا سناٹا چھایا ہوا ہے۔ جہاں ماہرین سائنس جاجا کر اب بھی تجربہ کرتے ہیں کہ یہ شہر سابقہ حالات پر کب عود کرسکیں گے۔(۶۱)

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

دشمنان دین اور مخالفین اسلام چونکہ اکثر "جہاد" جیسی پاکیزہ اسلامی اصطلاح کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں اس لئے ہم یہاں ان کے درمیان واضح فرق کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہونا چاہیے کہ جہاد اور دہشت گردی میں بنیادی اور اصولی فرق ہے۔ جہاد کا لفظ جہد یا جھد سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کوشش کرنا، محنت کرنا۔ دشمن اور دفاع کیلئے طاقت خرچ کرنا۔ جہاد کا لفظ جنگ کرنے کے مترادف نہیں بکہ جنگ کیلئے عربی زبان میں حرب وقتال کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جبکہ دہشت گردی کے معنی ہیں خوف وہراس پھیلانا۔ دہشت گردی کے ہر فیصلہ میں ذاتی رجحان اور میلان ہی کارفرما ہوتا ہے اور اس کی اسلام کبھی بھی اجازت نہیں دیتا۔ اس کے برعکس اسلام کے جہاد میں ذاتی رجحان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ اسلام کا جہاد صرف دفاع ہے اور صرف ظلم وعدوان کے خلاف پیکار ہے۔ جہاد کے لفظ میں مقاتلہ سے زیادہ اصلاح نفس اور تزکیہ اعمال کا مفہوم پوشیدہ ہے جبکہ دہشت گردی کا لفظ قتل وغارت، ظلم و بربریت سفاکی اور شقاوت کا آئینہ دار ہے۔ جہاد اور دہشت گردی میں مقاصد کے لحاظ سے جو فرق وامتیاز ہے وہ یہ ہے۔

مدافعت اور حفاظت خود اختیاری

اسلام جہاد کی اجازت اس وقت دیتا ہے جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا جائے۔ انہیں مذہبی عقائد، عبادات اور رسوم سے روکا جائے ان کی مال وجان اور عزت آبرو کو لوٹنے کی کوشش کی جائے ان کو ان کے گھروں سے بے دخل کیا جائے تو ایسے مواقع پر اسلام مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کیلئے لڑائی کی اجازت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا. ان اللہ لایحب المعتدین.(٦٢)

(اور اللہ کے راستہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھ جاؤ کیونکہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)

اس کے برعکس دہشت گردی اپنی مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کیلئے نہیں کی جاتی بلکہ اس کا اصل مقصد دوسرے لوگوں کی جانوں اور مالوں کو نقصان پہنچا کر دہشت و بربریت کی فضا قائم کرنا ہوتی ہے

احترام انسانیت اور مظلوم مسلمانوں کی حمایت

اسلام جہاد کی اجازت کو انسانیت کے احترام اور مظلوم کی حمایت سے مشروط کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنااخرجنامن ھذہ القریۃ الظالم اھلھا. واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا"(٦٣)

(اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کیلئے جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی اور اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا۔)

اس کے برخلاف دہشت گرد اکثر کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کو دہشت گردی کا شکار بنا کر اپنا رعب ودبدبہ قائم کرتے ہیں۔ اس طرح خوف وہراس پھیلتا ہے اور دہشت گرد اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

استعمار پسند حکومت کے خلاف جہاد

اگر کوئی حکومت جہانگیری و کشورستانی کے شوق میں اندھی ہوجائے یا ملک گیری کی ہوس میں امن وامان کو خراب کرنے کی کوشش کرے جس سے کمزور قوموں کی آزادیاں سلب ہونے لگیں تو ایک اسلامی حکومت کو جہاد کرنا ناگزیر ہوجاتا ہے تاکہ وہ استعماریت کا سد باب کر سکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے
"وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله. فان انتهو فلا عدوان الا على الظالمين. (٦٤)
(اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہوجائے پھر اگروہ باز آجائے تو ظالموں کے سوا دست درازی سے رک جاؤ۔)

ایسے موقع پر بھی اسلام جہاد کی اجازت اس وجہ سے دیتا ہے کہ اسلام کے پیروکار پوری آزادی سے اپنے مذہب پر عمل سکیں۔ کسی دوسرے فلسفہ حیات کو زبردستی سے ان پر لاگو نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ اجازت دیتا ہے وہ اپنے افکار و نظریات اور فلسفہ حیات کو زبردستی دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔

اس کے برعکس دہشت گردی کا اصل مقصد دہشت کے شکار ملک کی دولت اور خزانے کو لوٹنا ہوتا ہے اور ثانوی مقصد اپنے نظریات کو پھیلانا اور سیاسی فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

عہدوپیمان کی خلاف ورزی پر جہاد کی اجازت

اسلام عہدوپیمان کی پابندی کا حکم دیتا ہے کیونکہ دنیا میں اس قوت تک امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک معاہدات کی پابندی نہ کی جائے۔ اس لئے اسلام نقض عہد کرنے والی قوم یا گروہ سے جہاد کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جہاد کی اس صورت کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:
"الذين عهدت منهم ثم ينقضون عهدهم فى كل مرة وهم لا يتقون" (٦٥)
(وہ جن سے تو عہد کرتا ہے پھر وہ آپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ عہد کے توڑنے میں پرہیز نہیں کرتے۔)

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلام ایسے معاہدہ کو صحیح اور واجب العمل قرار دیتا ہے جو فریقین کے درمیان باہمی خوشی اور رضامندی سے عمل میں آئے جبکہ دہشت گردی میں وجہ جواز تو عہدوپیمان کو

حاصل ہوتی ہے لیکن ایسے عہدو پیمان میں فریقین کی رضامندی اور خوشی کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ طاقتور کی طاقت اور کمزور کی کمزوری سے معاملہ طے کیا جاتا ہے۔

جہاد میں اخلاقی اقدار کا احترام

اسلام جہاد کے وقت اخلاقی اقدار کے احترام کا درس دیتا ہے اور انسانیت سوز افعال کے ارتکاب سے منع کرتا ہے۔ جہاد میں غیر مقاتلین کو قتل کرنے سے سختی سے روکتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

"عن انسؓ بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم قال انطلقوا باسم اللہ وباللہ علی ملة رسول اللہ لا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیراً ولا امراة ولا تغلوا ضموا غنائمکم واصلحوا وااحسنوا. ان اللہ یحب المحسنین"(٦٦)

(حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نام اور اس کی امداد اور رسولِ خدا کی ملت میں رہتے ہوئے روانہ ہوجاؤ کسی شیخ فانی، چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرو مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور تمام مال غنیمت کو اکھٹا کرو، اصلاح کرو اور احسان کرو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔)

اسلام جہاد میں غصب ونہب کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ انسانیت سوز عمل ہے اور اخلاقی اقدار کے احترام کے منافی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

"عن عبداللہ بن یزیدعن النبی صلی اللہعلیہ وسلم انہ نهی عن النهبة والمثلة"(٦٧)

(حضرت عبداللہ بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نہبہ (لوٹ مار) اور مثلہ (ناک کان وغیرہ کاٹنے) سے منع فرمایا ہے۔)

جہاد کرتے وقت اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ انسانوں کو زندہ جلادیا جائے کیونکہ یہ ایک وحشیانہ حرکت ہے اور اسلام کے اخلاقی اقدار کے خلاف ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ہم کو ایک لشکر میں بھیجا اور ہدایت کی کہ اگر تم فلاں فلاں شخصوں کو پاؤ تو ان کو آگ میں جلاڈالنا مگر جب ہم روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی امرتکم ان تحرقوا فلاناوفلانا وان النار لا یعذب بهاالا الله فان وجدتموهما فاقتلوهما"(٦٨)

(میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں آدمیوں کو پاؤ تو آگ میں جلاڈالنا۔ مگر آگ کا عذاب سوائے اللہ کے کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لئے اگر تم انہیں پاؤ تو قتل کرڈالو۔)

سفارت کاروں اور قاصدوں کے قتل کو حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے ۔ نعیمؓ بن معسود روایت کرتے ہیں:

"ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لرجلین جاءا من عند مسیلمة اماوالله لولاان الرسل لا تقتل تضربت اعناقکما"(٦٩)

(رسول اللہ ﷺ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو مسیلمہ کذاب کی طرف سے آپ ﷺ کے پاس آئے تھے خبردار اللہ کی قسم اگر شریعت میں یہ حکم نہ ہوتا کہ ایلچی قتل نہ کیے جائیں میں تمہاری گردنیں اڑادیتا۔)

ان چند واقعات سے اسلامی جہاد کے اعلیٰ اخلاقی اقدار بالکل آشکار ہوجاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے جہاد کے سلسلے میں جن اخلاقی اقدار کے احترام کا پابند بنایا ہے آج کی نام نہاد مہذب دنیا اس سے بالکل ناواقف اور لاپرواہ ہے۔ مخالفِ اسلام وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان اخلاقی قدروں کو آپنانے کی کوشش کریں جبکہ ان کا طرز عمل اس سے بالکل متضاد ہے۔ یہاں یہ کہنا بالکل مناسب ہے کہ دہشت گردی نام ہے اخلاقی اقدار کو مٹانے کا اور انسانیت سوز اور وحشیانہ اطوار کو زندہ کرنے کا۔ کیونکہ دہشت گردی کے اکثر واقعات میں بوڑھے، کم سن بچے اور معصوم عورتیں قتل وغارت کا شکار ہوتی ہیں بلکہ ان کے اعضائے جسمانی کی قطع وبرید سے وحشت وبربریت کا خوفناک منظر بپا کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مال وزر کی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا جاتا ہے۔ زندہ انسانوں کو آگ میں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادینا دہشت گردی کا کامیاب ہتھیار مانا جاتا ہے۔ پھر سفیروں اور ایلچیوں کا اغوا اور ان کا خون بہانا تو موجودہ دور کی دہشت گردی کی کامیابی کی اہم علامت تصور کی جاتی ہے۔

اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی جہاد اخلاقی اقدار کے احترام کا پابند بناتا ہے جبکہ دہشت گردی اخلاقی اقدار کو مٹا کر اور وحشیانہ اقدار کو جما کر کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے۔

جہاد و دہشت گردی میں امتیاز۔ حق و باطل کی حد بندی:

جہاد اور دہشت گردی میں بنیادی فرق و امتیاز یہ ہے کہ جہاد حق کا علمبردار ہے جبکہ دہشت گردی باطل کی پاسداری ہے۔ جس کی واضح تصریح قرآن مجید نے فرمادی ہے جو یوں ہے:

"الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان . ان کیدالشیطان کان ضعیفا"(۷۰)

(جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ ظلم و سرکشی کی خاطر لڑتے ہیں پس شیطان کے دوستوں سے لڑو کہ شیطان کی جنگ کا پہلو کمزور ہے۔)

قرآن مجید نے جہاد اور دہشت گردی میں جو فرق و امتیاز بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ کیونکہ جو لوگ ظلم و طغیان کی خاطر لڑنے والے ہیں ان کا تعلق کفار کے گروہ سے ہے اور جو ظلم کو مٹانے کیلئے برسرپیکار ہیں وہ مجاہدین اسلام سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ہر وہ جنگ جس کا مقصد حق داروں کا حق اڑانا دہشت گردی اور ہر وہ جنگ جس کا مقصد حق داروں کو ان کا حق دلانا جہاد کہلاتا ہے۔

مجاہد کی فضیلت اور دہشت گرد کا انجام

جس طرح جہاد اور دہشت گردی میں فرق و امتیاز نمایاں ہے اسی طرح مجاہد کے مقام اور دہشت گرد کے انجام میں بھی فرق ہے۔

حضرت ابو عبسؓ کی روایت سے مجاہد کا مقام یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ما اغبرت قدماعبد فی سبیل اللہ فتمسہ النار"(۷۱)

(اللہ کی راہ میں جس بندے کے پاؤں گرد آلود ہوں اس کو دوزخ کی آگ چھو بھی نہیں سکتی جبکہ دہشت گرد کے عمل اور انجام کے متعلق قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا:

"من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانماقتل الناس جمیعا"(۷۲)

(جس نے کسی شخص کو قتل کیا حالانکہ نہ وہ فسادی تھا نہ قاتل تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا۔)

قرآن مجید کی اس آیت سے دہشت گرد کے عمل اور اس کے انجام سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جائز حدود کے علاوہ کسی حالت میں بھی کسی کی جان لینا جائز نہیں بلکہ فساد فی الارض ہے اور جو ایسا کرتا ہے

وہ صرف ایک آدمی کو نہیں مارتا۔ ساری انسانیت کی جان لینے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا دہشت گردی ایک بدترین عمل اور دہشت گرد کا انجام اکبر الکبائر سے ہے۔

جہاد اور دہشت گردی میں وہی فرق و امتیاز ہے جو آگ اور پھول میں۔ دہشت گردی نے تباہی و بربادی "غارت گری" قتل و نہب اور انہدام و تخریب کے سوا کچھ نہ دیا اور اسلام کے جہاد نے ریگستان کو لالہ زار بنا دیا۔ جاہلوں کو علم، دیانت اور تقویٰ کی نعمت عطا کی۔ کمزوروں اور محکوموں کو تخت سکندری بخشا۔ جہاں جہالت و تاریکی تھی وہاں علم کا نور پھیلایا۔ جہاں ناانصافی تھی وہاں عدل کا مینارہ قائم کیا۔ جہاں ظلم و جور کا سکہ چلتا تھا وہاں رحم و مروت اور اخوت و انصاف کا نظام ڈالا۔ جہاں مظاہر پرستی و بت پرستی ہوتی تھی وہاں ایک خدا کا نعرہ بلند کیا۔ جہاں اعلیٰ و ادنیٰ اور پست و بلند کے پیمانے کام کرتے تھے وہاں مساوات کا علم گاڑھ دیا۔ غرض اسلامی جہاد جہاں پہنچا وہاں اس نے کائنات کی تقدیر بدل ڈالی اور یہ سلسلہ بدرستور چلتا رہے گا جب تک مخالفین اسلام کا وجود صفحہ ہستی سے نہ مٹ جائے۔

اسلامی اور مغربی ممالک میں دہشت گردی کا موازنہ

اسلامی اور مغربی ممالک میں دہشت گردی کا موازنہ کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام فکر ومذہب کی آزادی کا کس حد تک قائل ہے اور وہ دوسرے مذاہب کے ساتھ کس قدر رواداری، وسیع القلبی اور عالی ظرفی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ ایسے پہلو ہیں جن پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈال کر ہم اس حقیقت کو پانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ اسلامی اور مغربی ممالک میں دہشت گردی کا ہتھیار کن مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر مغربی ممالک کے طرز عمل اور کردار سے دہشت گردی کا موازنہ کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

اسلام میں فکر ومذہب کی آزادی کا تصور

ہر مذہب یہ چاہتا ہے کہ دوسرے مذاہب ختم ہو جائیں اور وہ ان سب کی جگہ لے لے اور ہر داعی مذہب یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی دعوت پوری دنیا پر پھیلے لیکن اس خواہش اور کوشش میں جبر و جور اور زبردستی کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں لیکن اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن ان دونوں چیزوں سے پاک ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لااکراہ فی الدین . قد تبین الرشدمن الغی"(۷۳)
(دین(اسلام)میں زبردستی نہیں ہے۔ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔)
دوسری جگہ ارشاد ہے:
"ولوشاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنیں"(۷۴)
(اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبرستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہوجائیں۔)
لیکن وہ کیاوجہ ہے کہ اسلام اس قدروسیع القلب کیوں ہے۔ وہ اپنی سچائی کو جبروجور اور قوت کے ذریعے منوانے سے گریز کرتا ہے۔وہ صرف افہام تفہیم اور دعوت و تبلیغ کا راستہ اپناتا ہے۔وہ دلائل کے ذریعے سچائی تک پہنچانے کا بندوبست کرتا ہے۔ وہ حکمت وموعظت کے ذریعے قلوب واذہان کو مسخر کرتا ہے کیونکہ حق اور باطل نے جداگانہ اور متمائز صورت اختیار کرلی ہے۔لہذا اب جبروجور کاسوال ہی باقی نہیں رہتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام حریت اعتقاد اور فکر ومذہب کی آزادی کے معاملہ میں بہت زیادہ فراخ دل ہے۔ وہ کسی کو اس حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا اور اسلام کی تاریخ میں قدم قدم پر یہ چیز ہمیں جھلکتی ہوئی نظر آئے گی۔
علامہ عبدالوہاب خلاف اپنی کتاب السیاسۃ الشریعۃمیں تحریر فرماتے ہیں:
"اسلام نے حریت اعتقاد کو تسلیم کیا ہے۔ ہر فرد کو آزادی کامل عطافرمائی ہے کہ وہ اپنی عقل ونظر اور فکر وفہم کو بنیادواساس بنا کر جو عقیدہ چاہے اختیار کرلے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے توحید اور ایمان کی بنیاد بحث ونظر پر رکھی ہے نہ کہ جبروجور اور محاکاۃ وتقلید پر۔"(۷۵)
مولانامجیب اللہ ندوی نے حریت اعتقاد کے متعلق اسوہ حسنہ سے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس سے اسلام میں عقیدہ ومذہب کی آزادی کا باسانی مشاہدہ کیاجاسکتا ہے۔
"حضرت ریحانہ بنوقریظہ کی جنگ میں گرفتار ہو کر حضور ﷺ کے ملک میں آئیں۔ جس وقت وہ گرفتار ہوئیں۔اسلام سے ان کو بڑی نفرت تھی اور یہودیت پر ہی ان کا عمل تھا مگر آپ ﷺ نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا یہاں تک کہ خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلیا"(۷۶)
مذہب اور عقیدہ کا اختلاف نہایت مہلک اور جان سوز ہے۔ ہر گناہ اور خطابخش دی جاسکتی ہے لیکن کبھی اور کسی حالت میں اس شخص کو معاف نہیں کیاجاسکتا جو مذہبی اختلاف رکھتا ہو اگر معاف بھی

کردیا جائے تو اس کے ساتھ حسن سلوک اور وسعت قلب کا مظاہرہ تو ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس معاملہ میں اسلام کا مسلک دوسرے ادیان سے منفرد ہے۔ قرآن حکیم میں مشرکوں کے بارے میں ارشاد ہوا:

"وان احدمن المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلم الله ثم ابلغه مامنه. ذلک بانهم قوم لایعلمون (۷۷)

(اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلام خدا سننے لگے پھر اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔)

ایک مشرک جو ایک خدا کو نہیں مانتا بے بسی کے عالم میں امان طلب کرنے پر ایسے اچھے سلوک کا مستحق اس سے بڑھ کر ایک غیر مذہب کے پرستار کے جذبات کا احترام اور کیا ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری "ملاطفت" وسعت قلب اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کچھ اس طرح مسلمانوں کی فطرت میں رچ گیا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی غیر مسلموں کو مسلمان ہوجانے پر مجبور نہیں کیا نہ غیر مسلم ہونے کے سبب انہیں عام انسانی حقوق سے محروم کیا۔ غیر مسلموں کو اپنے دین و مسلک پر چلنے کی مکمل آزادی دی اور ان کی عبادت گاہوں کا احترام و تقدس ملحوظ رکھا۔ یہ کردار نتیجہ ہے ان واضح قرآنی ہدایات اور مقدس نبوی ارشادات کا جنہیں مسلمانوں نے اپنے اندر جذب کرلیا اور اس طرح جذب کیا کہ یہ چیز ان کی طبیعت کا جزو بن گئی۔

مغربی ممالک میں دہشت گردی کے مقاصد کے محرکات

مغربی ممالک میں دہشت گردی کے مقاصد کے اولین محرکات میں سے مذہب و عقیدہ کا اختلاف" ملک گیری" جوع الارض اور توسیع مملکت کے جذبہ فاسد کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ جس کی پشت پناہی میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام کا مضبوط ہاتھ کا کافی عمل دخل ہے۔ جبکہ اسلامی فلسفہ حیات نہ تو مذہب و عقیدہ کے اختلاف کو اس سلسلہ میں کوئی اہمیت دیتا ہے اور نہ ہی اس کے نزدیک ملک گیری اور توسیع مملکت کے جذبہ فاسد کو پروان چڑھانے کی کوئی خواہش ہے۔

مغربی ممالک کی تاریخ اور طرز عمل پر سرسری نگاہ ڈالنے سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان کی دہشت گردی کے اسباب و محرکات میں یہی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔

وسطی ایشیا کے مسلم علاقوں پر سودیت روس کا غاصبانہ قبضہ

سودیت روس میں شامل مسلم ریاستیں آذر بائیجان، قازقستان، تاجکستان کرغیزیا، ترکمانیہ، ازبکستان وغیرہ جنھوں نے چند سال قبل آزادی حاصل کی ہے۔ اشتراکی سودیت یونین نے اشتراکی انقلاب کے وقت زبان، نسل اور اقتصادی امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان علاقوں کی نئی حد بندی کر کے جمہوریتوں کا درجہ دے کر ان کو سودیت یونین کا حصہ بنادیا۔ سودیت روس کی سرخ فوج کے ذریعے ان جمہوریتوں پر اپنا اقتدار مضبوط کرنے کے خلاف مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت کی جاتی رہی اور مجاہدین نے روسی قبضے کے خلاف علم جہاد بلند کیے رکھا۔ کیمونسٹوں نے ان علاقوں پر قبضے کے بعد مسلمانوں کو جس طرح تہ تیغ کیا اور جس بہمیت کا مظاہر کیا پرانی نسل کے زندہ لوگ اس کے ذکر سے بھی لرزاٹھتے ہیں جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے انہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں پابند سلاسل کر کے سائبریا کے بیگار کیمپوں میں پہنچادیا گیا جہاں سے کوئی زندہ واپس نہیں آیا۔ سٹالن دور کے ان لاتعداد غلام خانوں میں جس طرح اشتراکیت مخالف لوگوں کو اذیت وعقوبت کا نشانہ بنایا جاتا تھا ان کی داستانوں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۰ء کے بعد تقریباً ساٹھ برس تک مسلمانوں میں یہ حوصلہ اور سکت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ ماسکو کی اشتراکی حکومت کے خلاف حرف شکایت بھی زبان پر لاسکیں۔ اس طویل عرصے میں ان کا رابطہ بیرونی دنیا سے منقطع تھا۔ یہی نہیں دوسری جنگ عظیم کے دوران ان علاقوں کے لوگوں کو جبری طور پر فوج میں بھرتی کر کے ناکافی لباس میں، ناکافی ہتھیاروں اور ناکافی فوجی تربیت کے ساتھ جنگ میں مرنے کیلئے بھیج دیا گیا تھا۔ مساجد بند کردی گئی تھیں۔ دکھاوے کیلئے چند تاریخی مساجد کو بطور تاریخی ورثہ کے باہر سے آنے والوں کیلئے کھولا جاتا تھا۔ دین کا ذکر کرنا اور دینی تعلیم دلانا خلاف قانون تھا بلکہ دین کے خلاف پرچار کیا جاتا تھا۔ ان برسوں میں مسلمانوں کے ذہن کی "ذہنی دھلائی" اس طرح کی گئی کہ گھریلو زندگی اور عائلی زندگی اور رسم ورواج کی حد تک ان کا ثقافتی ومذہبی تشخص برقرار رہ سکا لیکن اجتماعی طور پر کسی کو جرات نہیں تھی کہ وہ اپنے دینی عقیدے کی بات بھی کر سکے۔ (۷۸)

وسط ایشیا کی ان مسلم ریاستوں پر روس کے جابرانہ تسلط اور مسلم باشندوں پر دہشت گردی کا واحد مقصد اشتراکی نظریے کا پھیلاؤ اور اہم زرعی اجناس اور معدنی دولت کو اپنے قبضے میں لے کر دولت مند اقوام میں شامل ہونا سرفہرست تھا جس میں سودیت روس کافی حد تک کامیاب رہا۔

مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی اور یہودیوں کی دہشت گردی

۲۱۔اگست ۱۹۶۹ء کو دنیائے اسلام کا الم ناک ترین سانحہ پیش آیا اس روز ساڑھے تین گھنٹے تک مسجد اقصیٰ میں آگ بھڑکتی رہی جس سے جنوب مشرقی جانب یعنی قبلے کی طرف چھت کا بڑا حصہ گر پڑا۔ مسجد کا یہ حصہ عین اس مقام پر تھا جہاں سے سرور کائنات ﷺ نے اپنے سفر معراج کا آغاز فرمایا تھا۔ سلطان صلاح الدین غازی کا یادگار منبر جل کر راکھ ہو گیا اور دوسرے متعدد نوادر بھی آگ کی نذر ہو گئے۔ یہ آگ اسرائیل نے لگوائی تھی۔ گو اسرائیل نے اپنے جرم کو چھپانے کیلئے ایک شخص کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا لیکن جو معمولی سزا دی گئی اس سے کوئی شبہ نہیں رہا کہ اس کے پیچھے صیہونی عزائم تھے جو اس جگہ ہیکل کی تعمیر کے خواب صدیوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس آتشزدگی کے بعد سرزمین قدس ایک بار پھر مسلمانوں کے خون سے لالہ زار ہو گئی جو اپنی بے بسی کے باوجود اسرائیل کے خلاف گلیوں میں نکل آئے تھے۔ مزید براں سارے عالم اسلام میں غیض و غضب کی لہر دوڑ گئی لیکن تاحال مسجد اقصیٰ کے بام و در اس ایوبی کے منتظر ہیں جو اسے پھر کفار کے نرغے سے نجات دلا کر اس کی حرمت بحال کرے۔(۷۹)

مسجد اقصیٰ میں آتشزدگی اسرائیلیوں کی مذہبی دہشت گردی کا آئینہ دار ہے جو صدیوں سے ان کی دلوں میں اسلام کے خلاف موجزن ہے۔

بوسینا کے باشندوں پر سربوں کی دہشت گردی

بوسنیا کے مسلمانوں پر پچھلے چند سالوں سے سربوں نے قتل و غارت اور لوٹ مار کا جو بازار گرم کر رکھا ہے وہ سربوں کے مذہبی جنون کی انتہا اور کھلی دہشت گردی کی عکاسی ہے۔ مسلمانوں پر اپنی سرزمین تنگ کر دی گئی ہے اور وہ اپنے گھروں اور جائیدادوں کو چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ بے گناہ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دینا روز کا معمول بن چکا ہے۔ معصوم بچے بھی موت کی نیند سلا دیے جاتے ہیں۔ درندہ صفت سربوں کی درندگی سے مسلم خواتین کی عصمت و عزت بھی محفوظ نہیں۔

چیچنیا کے مسلمانوں پر روس کی بمباری

روسی فوج نے چیچنیا کے دارالحکومت گروزنی کا محاصرہ کر کے روسی فضائیہ اور توپ خانے کے ذریعے بمباری کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس سے روزانہ ہزاروں افراد لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ چیچنیا کا قصور یہ ہے کہ اس کے باشندے مسلمان ہیں۔ چیچنیا کے مظلوم عوام اور روتی ہوئی عورتیں شدید سردی میں اپنے بچوں کو سینے سے لگائے ہجرت کرنے پر مجبور ہیں لیکن روس کی انسانیت سوز کاروائیاں رکنے کا نام نہیں لیتی۔ روس کی یہ جارحیت اور دہشت گردی اسلام کے خلاف بغض وعداوت کا عملی اظہار ہے۔

دہشت گردی کے سلسلے میں مغربی ممالک کے ملوث ہونے کی فہرست بہت طویل ہے جس کو بیان کرنے کیلئے ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف چند واقعات کا ذکر اختصار کے ساتھ اس لئے کیا گیا تا کہ دہشت گردی کے متعلق ان ممالک کا طرز عمل اور کردار سامنے آ سکے۔

مغربی ممالک کی دہشت گردی کا موازنہ جب اسلامی ممالک سے کیا جاتا ہے تو اس طرح کی دہشت گردی کے واقعات کا پایا جانا ناممکن نظر آتا ہے۔ کیونکہ اسلامی فلسفہ حیات مذہب وعقیدے کے اختلاف کو کھلے دل سے تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی یہ استعمار پسندانہ اور توسیع پسندانہ عزائم کی اجازت دیتا ہے۔ اسلامی ممالک کے پڑوس میں آباد غیر مسلم اقوام اور اسلامی ممالک میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتیں پوری آزادی کے ساتھ اپنے مذہب وعقیدے پر عمل پیرا ہیں اور ان کے تمام حقوق اسلام کی روح اور روایات کے مطابق پورے کیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود اسلام جن اسباب کی بدولت اپنے دشمنوں سے مڈبھیڑ کی اجازت دیتا ہے ان میں بھی اسوہ حسنہ سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی آرزو نہ کرنا البتہ ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لا تمنوا لقاء العدو فاذالقيتموهم فاصبروا (۸۰)

(دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کرنا لیکن جب سامنا ہو جائے تو صبر وہمت سے کرو)

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد جہاں مسلمانوں کو جہاد جیسے مقدس فریضے کی تمنا نہ کرنے کا احساس دلاتا ہے وہاں حضور کریم ﷺ کے پیروکاروں سے یہ توقع کرنا بھی فضول ہے کہ وہ دہشت گردی جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کریں۔ اسلامی ممالک میں دہشت گردی کا شکار ہونے والے مسلمانوں کی داستان کا پس منظر کچھ منفرد نوعیت کا ہے جس کا ذکر وطن عزیز دہشت گردی کی لپیٹ کے عنوان کے

تحت پاکستان کے حوالے سے آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

وطن عزیز پاکستان میں دہشت گردی کی لہر اور اس کے محرکات

دسمبر ۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی فوج کی آمد کے ساتھ وطن عزیز پاکستان میں دہشت دگردی کی شدید لہر موجزن ہو چکی ہے۔ اس سے قبل بھی دہشت گردی کے واقعات وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں لیکن جو شدت روسی فوج کی آمد سے پیدا ہوئی ہے اتنی شدت پہلے نہیں تھی۔ اب تو حالت یہ ہے کہ پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں روزانہ درجنوں بے گناہ شہریوں، معصوم عورتوں اور بچوں کو بہیمانہ اور سفاکانہ قتل وغارت کا نشانہ بنا کر موت کی ابدی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ دن دیہاڑے راہزنی اور اغوا کے لاتعداد واقعات اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ قومی بینکوں اور مارکیٹوں سے دن کے وقت ملازموں اور مالکوں کو کاشنگوف کا نشانہ بنا کر دولت چھیننے کا رواج بھی عام ہو چکا ہے۔ خواتین کی آبروریزی، جنسی تشدد اور کم سن بچیوں کے ساتھ زیادتی جیسے گھناؤنے واقعات اکثر و بیشتر ہوتے رہتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے شہروں، قصبوں، دیہاتوں، گھروں، بازاروں، گلی کوچوں، کالجوں، سکولوں مسجدوں اور عبادت گاہوں میں معصوم انسانوں کا قتل عام ہمارے کلچر کا حصہ بن چکا ہے۔ وطن عزیز کی فضا پر چاروں طرف خوف و ہراس اور مایوسی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ جس کے باعث ملکی معیشت زبوں حالی کا شکار ہو چکی ہے۔ شہریوں کا امن سکون مفقود ہو چکا ہے۔ نئی نسل کا مستقبل تاریک بن چکا ہے۔ اس دہشت گردی کی لہر نے سیاسی عدم استحکام کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ کوئی بھی حکومت شہریوں کی جان ومال اور عزت آبرو کے تحفظ کو یقینی بنانے میں کامیاب ہوتی نظر نہ آسکی۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم سنجیدگی سے دہشت گردی کے محرکات کا سراغ لگائیں اور پھر کامل دیانت، خلوص نیت اور اجتماعی ذمہ داری کے احساس کو بیدار کر کے ان محرکات کے سدباب اور قلع قمع کیلئے سرگرم عمل نہ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ میرے خیال میں دہشت گردی کو فروغ دینے والے عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ دہشت گردی کے انسداد کی تجاویز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پاکستان کی نظریاتی تشکیل میں ہماری کاہلی اور لاپرواہی

وطن عزیز پاکستان میں دہشت گردی کو فروغ دینے کا پہلا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس کی نظریاتی تشکیل میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ملک اسلامی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم نے شروع سے آج تک اسلامی نظام کے قیام کی کوئی سنجیدہ کوشش

نہیں کی حالانکہ پاکستان اسلامی فلسفہ حیات کی عملی تجربہ گاہ کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ قوم کی نظریاتی تربیت سے اتحاد و یک جہتی کو فروغ ملتا اور تمام افراد قوم اسلامی اخوت و بھائی چارے کے رشتہ میں جڑ کر بھائی بھائی بن جاتے۔ وطن عزیز کی نظریاتی تشکیل ہی سے افراد قوم کی نظریاتی تربیت کا خواب شرمندہ تعمیر ہونا ممکن تھا۔ نظریاتی تربیت کے فقدان کے باعث افراد قوم میں اسلام کا نظام اخوت پروان نہ چڑھ سکا۔ افراد قوم میں جغرافیائی و صوبائی تعصب اور لسانی و نسلی اختلافات نے دہشت گردی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تمام تعصبات و اختلافات کو مٹا کر اسلامی مواخاۃ کا عملی اظہار کرنے کی ابتدا کریں جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوااللہ لعلکم ترحمون"(۸۱)

(مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنے کی خاطر کتنے جامع اور فصیحانہ اقوال ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عفو تدعی لہ سائر الجسدبالسھر والحمی"(۸۲)

(مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی۔ بدن میں سے کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ نیند نہیں آتی بخار آجاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے مومنوں کی نظریاتی تربیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"المؤمن للمومن کالبنیان یشدبعضہ بعضا"(۸۳)

(مومن مومن کیلئے ایسا ہے جیسے عمارت میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے۔)

ایک دوسرے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی نظریاتی تربیت کے سلسلے میں جو ارشاد فرمایا وہ دہشت گردی کے سد باب میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمومن من امنہ الناس علی دمائھم واموالھم"(۸۴)

(مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان

وہاں پر امن میں رہیں۔)

"عن ابی هریرة ؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه"(۸۵)

(حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر خون، مال اور آبرو حرام ہے)

حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو رشتہ اخوت میں منسلک کرنے" آپس میں اتحاد و محبت کرنے، دوسرے مسلمان بھائیوں کو نقصان و ضرر نہ پہنچانے اور دوسرے مسلمان کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے سلسلے میں نظریاتی تربیت کے جو حکیمانہ اور فصیحانہ اقوال مبارکہ ارشاد فرمائے ہیں کامل خلوص اور صدق دل سے ان پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہم دہشت گردی کی پھیلی ہوئی وسیع لہر کا سد باب کر سکتے ہیں۔

وطن عزیز کے ارباب اقتدار کیلئے اب بھی موقع ہے کہ وہ مملکت کی نظریاتی تشکیل اور افراد قوم کی نظریاتی تربیت کیلئے فیصلہ کن اور عملی اقدام کریں۔ اسلام کے فقید المثال نظام زندگی کو عملاً رائج کرنے کی خاطر اپنی تمام کوششیں اور توانائیاں صرف کردینا ہی وقت کا عین تقاضا ہے۔

فرقہ وارانہ اختلافات

مغرب کے لحدانہ نظریات نے جہاں امت مسلمہ کی وحدت کو منقسم کردیا ہے وہاں فرقہ وارانہ اور فروعی اختلافات نے ہم کو ایک دوسرے کے مدمقابل لاکر کھڑا کردیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ کے لوگوں پر کفر کے فتوے لگانے سے بھی اجتناب نہیں کرتے حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"ولاتقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا"(۸۶)

(اور جو شخص تیرے سامنے اسلام کا اظہار کرے تو اس سے تم یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں)

"عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ایمارجل قال لاخیه کا فر فقد باء بها احدهما"(۸۷)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کو

کافر کہا تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستحق ہو گیا)

پیارے ملک پاکستان میں ان فرقہ ورانہ اختلافات کے باعث دہشت گردی کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ہر فرقہ تعصب کا شکار ہو کر دوسرے فرقہ کے لوگوں کی گردنیں مارنا نیکی سمجھتا ہے اس طرح ناحق قتل و خون ریزی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اسلام ان فرقہ وارانہ اختلافات کو کچھ اہمیت نہیں دیتا اور ان اختلافات کے نتیجے میں انسانی جانوں کے ضیاع کو کبیرہ گناہ قرار دیتا ہے۔ان اختلافات کو ختم کرانے اور دہشت گردی سے نجات حاصل کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اس صاف شاہراہ کی طرف لوٹ آئیں جو ہمارے خالق کائنات نے ہمارے لئے مقرر فرمائی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

"واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمت الله عليكم اذكنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا"(۸۸)

(اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے)

قرآن حکیم کی پیروی کرنے سے ان اختلافات کو ختم کیا جاسکتا ہے اور دوسری چیز سیرت طیبہ ہے جس کو مشعل راہ بنا کر ہم کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"فعليكم بسنتي وسنة الخفاء الراشدين المهديين"(۸۹)

(تم پر میری اور میرے نیک اور ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔)

کلاشنکوف کلچر اور آتشیں اسلحہ کی بھرمار

کلاشنکوف کلچر ہمارا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ غیر قانونی خودکار ہتھیاروں اور آتشیں اسلحہ کی ملک میں ریل پیل ہے۔ اسلحہ اور ہتھیاروں کی کثرت نے نوجوان نسل کے اخلاق و کردار کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ذاتی شہرت اور نمود و نمائش کی خاطر وہ انسانیت کے قتل کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اس طرح دہشت گردی کو پھیلنے کا موقع مل رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ اپنے نورِ نبوت سے یہ دیکھ رہے تھے کہ کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب اسلحہ اور ہتھیاروں کی کثرت انسانیت کے قتل کا سبب بنے گی اس لئے

آپ ﷺ نے اس کے تدارک اور سد باب کیلئے یہ ارشاد فرمایا:

"من حمل علینا السلاح فلیس منا"(۹۰)

(جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد مبارک ہے:

"من سل علینا السیف فلیس منا"(۹۱)

(جو ہم پر تلوار کھینچے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔)

دہشت گردی کی روک تھام کے پیش نظر ضروری ہے کہ ملک سے کلاشنکوف کلچر کا فی الفور خاتمہ کیا جائے۔ اور کسی کو بھی اس کے رکھنے کا پرمٹ حاصل نہ ہو اس طرح ملک کو غیر قانونی اسلحہ اور آتشیں ہتھیاروں سے پاک وصاف کر کے دہشت گردی کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔

اسلام دشمن تنظیموں کا تخریبی کردار

پاکستان میں دہشت گردی کے بیشتر واقعات میں اسلام دشمن دہشت گرد تنظیموں کا مضبوط ہاتھ ہے۔ کیونکہ اسلام دشمن اقوام کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت ودشمنی کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ قرآن مجید میں حضور اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر صراحتاً اس سے آگاہ کردیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"لتجدن اشد الناس عداواۃ للذین امنوا لیھود والذین اشرکوا"(۹۲)

(اے پیغمبر ﷺ! تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔)

قرآن مجید نے یہود ومشرکین کی مسلمانوں کے خلاف عداوت ودشمنی کو جس طرح واضح کر کے بیان فرمایا دیا ہے تمام مسلمان اس حقیقت کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔اب اسی حقیقت کی روشنی میں یہود ومشرکین کی دہشت پسندانہ کاوارئیوں کا سراغ لگانے کیلئے پاکستان کی دہشت گردی میں ان دشمن تنظیموں کا ملوث ہونا بالکل ثابت ہوجاتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیاجاچکا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی میں شدت افغانستان میں روسی فوج کے داخلے سے ہوئی کیونکہ پاکستان نے برادر افغانی عوام کی جدوجہد آزادی کی حمایت میں عالمی سطح پر نمایاں کردار ادا کیا تھا جس کے نتیجے میں سودیت روس نے

پاکستان کو اپنا کردار ادا کرنے کی پاداش میں پاکستان کے مختلف شہروں میں دہشت گردی کا بازار گرم کردیا اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔اسی طرح پاکستان نے کشمیری اور فلسطینی بھائیوں کی جدوجہد آزادی کی ہمیشہ کھلم کھلا حمایت کی ہے اور جب بھی کشمیری اور فلسطینیوں کی جدوجہد آزادی کی تحریک زور پکڑتی ہے تو بھارت اور اسرائیل کی دہشت گرد تنظیمیں پاکستان میں دہشت گردی کا دائرہ وسیع کردیتی ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں ان دشمن ممالک کی تنظیموں کے ثبوت بھی مل چکے ہیں۔ ان اسلام دشمن تنظیموں کا دہشت گردی میں براہ راست ملوث ہونے کے شواہد مل جانا ان کی عداوت ودشمنی پر دلالت کرتا ہے۔

اسلام دشمن تنظیموں کی اس دہشت گردی پر قابو پانے کیلئے ضروی ہے کہ جاسوسی کا ایک مستقل ادارہ قائم کیا جائے جو قبل ازوقت ان دشمن تنظیموں کے ارادوں کا پتہ چلانے کے ساتھ ساتھ ملک کے طول وعرض میں ان کی نقل وحرکت اور کارروائیوں پر کڑی نگاہ رکھے تاکہ واردات کے ارتکاب سے پہلے ان کو گرفتار کرکے کیفرکردار تک پہنچایا جاسکے۔جاسوسی کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک الگ اور علیحدہ باب قائم کیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ دشمنوں کے عزائم اور منصوبوں کو ناکام کرنے کیلئے جاسوسی کا نظام حضور اکرم ﷺ کے دورِ مسعود میں بھی موجود تھا۔حدیث نبوی ہے:

"عن جابرؓ قال قال النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم من یاتینی بخبرالقوم یوم الاحزاب قال الزبیر اناثم قال من یاتینی بخبر القوم قال الزبیر انا فقال النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم لکل نبی حواریاً وحواری الزبیر"(۹۳)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے خندق کے دن فرمایا بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے۔ زبیرؓ نے کہا میں لاتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا بنی قریظہ کی خبر کون لاتا ہے۔ زبیرؓ نے کہا میں لاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیر ہے۔

اسلام دشمن تنظیموں کی تخریب کاری کے انسداد کیلئے محکمہ جاسوسی کے ساتھ ساتھ اندرون ملک داخلی امن وامان برقرار رکھنے کیلئے تجربہ کار اور دیانت دار افراد پر مشتمل محکمہ پولیس کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ محکمہ جاسوسی کے اہل کاروں کی بروقت اطلاع پر پولیس موثر کاروائی کرسکے۔ اس طرح پولیس کا ابتدائی نمونہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں قائم ہوچکا تھا۔

"عن انس ان قیس بن سعدکان یکون بین یدی النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم بمنزلۃصاحب الشرط من الامیر"(۹۴)

(حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد رسول اللہ ﷺ کے سامنے امیر کے صاحب شرط کی طرح تھے۔)

دہشت گردی اور ابلاغ عامہ

ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ بھی دہشت گردی کو فروغ دینے میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ سینماگھروں میں دکھائی جانے والی فلموں اور ٹیلی ویژن پر پیش کئے جانے والے ڈراموں میں مرکزی کردار قتل اور ڈکیتی کی وارداتوں پر مشتمل ہوتے ہیں جس سے معاشرے میں قتل وغارت اور ڈکیتی جیسے خطرناک جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اکثر اخبارات میں دہشت گردی کے واقعات کو صفحہ اول پر موٹی سرخی کے ساتھ اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے جس سے معاشرے کے جرائم پیشہ افراد کے حوصلے مزید بڑھ جاتے ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"لا یحب اللہ الجھربالسوء من القول الا من ظلم" (۹۵)

(اللہ بری بات کے مشہور کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔)

دہشت گردی کی روک تھام کیلئے ذرائع ابلاغ ان واقعات کو اس انداز سے پیش کریں جس سے معاشرے کے جرائم پیشہ افراد کے دلوں میں جرائم اور گناہوں کا احساس بیدار ہو اور ندامت وپشیمانی کا پہلو غالب آئے۔

مادیت پرستی

دہشت گردی کو فروغ دینے میں مادیت پرستی کا بڑا عمل دخل ہے۔ مادیت پرستی سے انسان میں کمینگی، بخل اور تنگ ظرفی کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ جب ایک بندہ ناجائز ذرائع سے اپنی دولت کو بڑھانے میں مصروف ہوجائے اور اپنے رب کو بھول جائے۔ مال ودولت کی محبت اس پر سوار ہوجائے تو یہی مادیت پرستی ہے۔ ہمارا پورا معاشرہ روحانیت کی بجائے مادیت پرستی کا شکار ہے جس سے دنائیت، بخل وکنجوسی اور تنگ ظرفی جیسے رذائل اخلاق پھل پھول رہے ہیں۔ مادیت پرستی سے انسان لالچی اور حریص بن جاتا ہے اس وجہ سے اسلام حکم دیتا ہے کہ حرص وطمع سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ قرآن مجید میں

ارشاد ہے:

"ویوثرون علی انفسهم ولوکان بهم خصاصة. ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون"(۹٦)

(وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گو انہیں تنگی ہی ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہوں گے)

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اتقوا الشح فان الشح اهلک من کان قبلکم حملهم علی ان سفکوا دماء هم واستحلوا محارمهم"(۹۷)

(بچوں تم بخیلی سے کیونکہ بخیلی نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کیا۔ بخیلی کی وجہ سے (مال کی طمع ہوئی) انہوں نے خون کئے اور حرام کو حلال کیا۔)

قرآن وحدیث کے ان ارشادات میں مادیت پرستی کے نتیجے میں ہونے والے جرائم اور گناہوں سے آگاہ کرتے ہوئے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معاشرے میں مادیت پرستی کے جنون نے انسانیت کا خون ارزاں کردیا ہے۔ مادیت پرستی کے جذبے کو ختم کرنے سے دہشت گردی کا انسداد کیاجاسکتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

"قدافلح من تزکی"(۹۸) جس نے نفس ودل کو پاک کیا وہ کامیاب ہوگیا)

دہشت گردی میں مادیت پرستی کے عمل دخل کو ختم کرنے کا جو نسخہ اسلام تجویز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی روحانی ارتقا کیلئے دل کی پاکیزگی وصفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔ جب دل پاکیزہ ہوگا تو وہ اسے گناہوں اور جرائم سے باز رکھے گا۔ مادیت پرستی میں انسان کا دل زنگ آلود ہوجاتا ہے اور وہ انسان کو جرائم اور برائیوں میں دھکیل دیتا ہے۔

معاشی اور سماجی خرابیاں

وطن عزیز میں دہشت گردی کو پھیلانے میں چند معاشی اور سماجی خرابیوں کا بھی حصہ ہے۔ان خرابیوں میں فقروغربت اور شراب نوشی کو دہشت گردی کے اہم عوامل قرار دیا جاتا ہے۔فقروغربت معاشرے میں فتنوں کو جنم دیتی ہے اس لئے نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"اللهم انی اعوذبک من شرفتنة الفقر"(۹۹)
(اے اللہ میں تجھ سے فقر کے فتنہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں)
"عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہصلی علیه وسلم کاد الفقر یکون کفرا"(۱۰۰)
(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا نزدیک ہے کہ فقر کفر ہو جائے)

فقر و غربت سے معاشرے میں جرائم پیدا ہوتے ہیں۔ معاشی ضرورتوں کی تسکین کیلئے مفلس اور تنگ دست اشخاص چوری، ڈاکہ، راہزنی اور قتل و غارت جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ غربت اور مفلسی ایسے لوگوں کو غیر ملکی تخریب کار ایجنسیوں کا آلہ کار بنا دیتی ہے اور وہ ان ایجنسیوں کے کہنے پر قتل، غارت کا بازار گرم کر کے ان سے معاوضہ حاصل کر کے اپنی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔

اسی طرح شراب جو ام الخبائث ہے کیونکہ یہ عقل کو ڈھانپ دیتی ہے۔ اس سے معاشرے اور سماج میں کافی جرائم ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ شراب نوشی کرنے والے اکثر نشہ میں مست ہو کر بے گناہ انسانیت کا خون بہانے میں لذت محسوس کرتے ہیں۔ قتل و غارت کے علاوہ کئی دوسرے بد ترین جرائم میں ملوث ہونا بھی ان کا معمول بن جاتا ہے۔ اس لئے اسلام شراب اور اس جیسی دوسری منکرات کو حرام مسکرات قرار دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایزنی الزانی حین یزنی وهو مومن ولا یشرب الخمر حین یشرب وهومومن ولا یسرق حین یسرق وهومومن ولا ینتهب نهبة یرفع الناس الیه فیهاابصارهم وهومومن"(۱۰۱)

(زانی زنا نہیں کرتا جبکہ وہ مومن ہو اور شراب پینے والا شراب نہیں پیتا جبکہ وہ مومن ہو اور چوری کرنے والا چوری نہیں کرتا جبکہ وہ مومن ہو اور اچکا اچکنے کے وقت جب لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھاتے ہیں نہیں اچکتا جب کہ وہ مومن ہو۔)

ہمارے معاشرے میں غربت و مفلسی اور شراب نوشی جیسی خرابیاں دہشت گردی کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ ان معاشی و معاشرتی خرابیوں کی بدولت ہونے والی دہشت گردی کی روک تھام کیلئے ضروری ہے کہ حکومت معاشی تفاوت دور کرنے کیلئے فوری اقدامات کرے۔ معاشرے کے مفلس اور مجبور افراد کی کفالت اور ان کی مستقل بحالی کا بندوبست کرے تا کہ وہ ان جرائم سے بچ سکیں۔

اسی طرح شراب اور دوسری مخدرات عقل اشیاء کی ملک میں تیاری وفراہمی کو بالکل روک دے تاکہ دہشت گردی کی روک تھام ممکن ہوسکے۔ اگر ملک میں ان معاشی ومعاشرتی خرابیوں کی مکمل اصلاح کے بعد بھی دہشت گردی کی شرح میں کمی نہ آئے تو پھر ان جرائم کیلئے جو سزائیں اسلام نے مقرر کی ہیں ان کا نفاذ فی الفور عمل میں لایا جائے۔

اسلامی سزاؤں کا نفاذ اور ہمارا رویہ

وطن عزیز پاکستان میں دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی لہر کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دہشت گردوں کو ان کے جرائم کے مطابق وہ سزائیں نہیں دی جاتیں جو اسلام نے ان سنگین جرائم کے لئے مقرر کی ہیں۔ اگر ہم نے ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہے تو ہمیں لامحالہ اسلامی سزاؤں کا نفاذ عمل میں لانا ہوگا۔ اسلام نے یہ سزائیں اس لئے مقرر کی ہیں تاکہ انتشار واضطراب میں مبتلا اور فتنہ وفساد کی پستیوں میں گھرے ہوئے معاشرے کو منظم کرکے رفعتوں اور عظمتوں سے ہمکنار کیا جاسکے۔ بظاہر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی سزاؤں میں جرائم کے ارتکاب کرنے والوں کیلئے بے پناہ اذیت ہے لیکن درحقیقت ان میں فرد اور معاشرے کی اصلاح اور مفاسد ونقصانات کے دور کرنے کا راز مضمر ہے۔ ہر چند کہ اسلام نے سزاؤں میں معاشرے کی اصلاح کو پیش نظر رکھا ہے۔ پس اس دین نے فرد کے جان ومال اور عقل وعزت اور جماعت کے امن واستقرار کی حفاظت کی ہے اور معاشرہ کے امن وسکون کو برباد کرنے والے کیلئے سزائیں مقرر کی ہیں۔

اسلام نے دوسروں کی زندگی اجیرن کرنے والوں کیلئے قصاص کی سزا مقرر کی ہے۔ درحقیقت یہ عادلانہ سزا اس کے عمل کی جزا ہے کیونکہ مظلوم کو بھی اسی طرح جینے کا حق حاصل ہے جیسے دوسرے کو پھر اس سزا سے دوسروں کی زندگی کی محافظت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص نفسانی خواہشات کے تحت جرم کرتا ہے جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے فعل کی سزا ملے گی تو وہ جرم کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ اس طرح وہ آدمی محفوظ ہوجاتا ہے جو قتل کرنا مقصود ہوتا ہے اور وہ آدمی خود بھی بچ جاتا ہے جو نفس کے بہکاوے میں آکر قتل کرنا چاہتا ہے اس میں بیک وقت دونوں کی زندگی ہے۔ جس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:

"ولكم فى القصاص حيوة ياولى الالباب لعلكم تتقون" (۱۰۲)

(اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمہاری) زندگی ہے کہ تم (قتل خون ریزی سے) بچو۔)

پھر محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک تمثیلی انداز میں نہایت جامعانہ اور فصیحانہ طریقے سے اسلامی سزاؤں کی حکمت وافادیت بیان فرمادی۔ حضرت نعمان بن بیشر سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مثل القالم علی حدوداللّٰہ والمدھن فیھاکمثل قوم استھموا علی سفیۃ فی البحر فاصاب بعضھم اعلاھاواصاب بعضھم اسفلھا فکان الذین فی فی البحر اسفلھایصعدون فیستسقون الماء فیصبون علی الذین فی اعلاھافقال الذین فی اعلاھا لا تدعکم تصعدون فتوذدننا فقال الذین فی اسفلھا فانا ننقبھافی اسفلھا فنستقی فان اخذوا علی ایدیھم فمنعوھم نجوا جمیعا وان ترکو ھم غرقواجمیعاً(۱۰۳)

(جو شخص اللہ کی حدود پر قائم ہے اور جو ان سے سستی کرتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم نے سمندر کی ایک کشتی کے حصے تقسیم کیے۔ سمندر میں جو لوگ کشتی کے نچلے حصہ میں رہے وہ اوپر جا کر پانی لانے لگے۔ پانی لانے میں اوپر کے لوگوں پر پانی گرنے لگا۔ اوپر والوں نے کہا تمہارے چڑھنے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے ہم تمہیں چڑھنے نہیں دیتے اس کے جواب میں نیچے والوں نے کہا اچھا تو ہم نچلے حصہ میں سوراخ کر کے اپنی لئے لیتے ہیں۔ اب اگر اوپر والوں نے ان کا ہاتھ پکڑلیا اور سوراخ کرنے سے باز رکھ لیا تو سب بچ گئے اور اگر یونہی چھوڑدیا تو سب ڈوبے۔)

مملکت پاکستان میں جودہشت گردی کی خوفناک لہر اٹھی ہوئی ہے۔ جہاں دن دیہاڑے معصوم شہریوں کا سفاکانہ خون بہایاجاتاہے۔ معصوم عورتوں اور کم سن بچیوں کی اجتماعی عصمت دری اور آبرو ریزی عام ہو، بینک ڈکیتی ، راہ زنی اور اغوا کے واقعات نے شہریوں کا امن وسکون غارت کر رکھاہو۔ پورا معاشرہ اور سوسائٹی بد نظمی کا شکار ہوچکی ہو تو اس انتشارزدہ اور فتنہ وفساد کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے معاشرے کو حیات نو بخشنے کیلئے اسلامی سزاؤں پر عمل در آمد کراناہی واحد ذریعہ نجات ہے۔ اسلامی سزاؤں کی اہمیت وافادیت جہاں ایک مسلمہ حقیقت ہے وہاں ان کی جامعیت بھی لاثانی ہے۔ فقہائے کرام کی فقہی کاوشوں سے ان کی جامعیت اور دوبالاہوگئی ہے۔ جنھوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں تمام جزئیات کو بالتفصیل بیان کرکے امت مسلمہ کی راہنمائی کافریضہ سرانجام دیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فیروز اللغات، ص: ۶۵۸، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور

۲۔ The Oxford Guide to the english language p.537,oxford Univarsty Press

۳۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۴۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

۴۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۴۱

۵۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۴۳

۶۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۴۴

۷۔ The New Encyclopedia Britannica vo 11,p650

۸۔ The World book Encyclopedia vol 19,p:178

۹۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۴۴

۱۰۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۱۹-۲۰

۱۱۔ چوہدری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص: ۴۰۵، علمی کتاب خانہ، اردو بازار، لاہور

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمن الازہری، وڈاکٹر محمد دین، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، یہودیت، ص: ۳۰۸-۳۰۹، تاج کتب خانہ محلہ جنگی قصہ خوانی پشاور۔

۱۳۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۲۰

۱۴۔ پروفیسر ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمن الازہری، وڈاکٹر محمد دین، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، یہودیت، ص: ۱۴۹۔

۱۵۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۲۱-۲۲

۱۶۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۲۳

۱۷۔ انعام الرحمن سحری، دہشت گردی، ص: ۲۷

۱۸۔ مولانا مودودی، الجہاد فی الاسلام، ص ۱۹۴-۱۹۵، ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور۔

۱۹۔ محمد احسان الحق سلیمانی، تمدن عرب، ص ۷۵، قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور۔

۲۰۔ محمد احسان الحق سلیمانی، تمدن عرب، ص ۳۱

۲۱- سورۃ المائدہ، ۵۱

۲۲- الیف الدین ترابی، تحریک آزادی کشمیر، ص ۱۲۲، البدر پبلی کیشنز لاہور

۲۳- سورۃ الحج، ۳۹-۴۰

۲۴- سورۃ البقرہ، ۱۹۰-۱۹۱

۲۵- چوہدری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص:۴۰۵

۲۶- پروفیسر ڈاکٹر قاضی مجیب الرحمن ڈاکٹر محمد دین، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ یہودیت، ص ۲۹۳

۲۷- ایڈورڈ سعید، مسئلہ فلسطین (ترجمہ) شاید حمید، ص ۳۳۱-۳۳۳، ایلفا براو بک سلیرز اینڈ پبلشرز لاہور

۲۸- امام ابو اسحاق ۲ شاطبی الموافقات فی اصول الشریعۃ (مترجم) مولانا عبد الرحمن کیلانی، جلد دوم، ص ۱۵، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

۲۹- سنن ابن ماجہ، جلد دوم، باب حرمۃ دم المومن ومالہ، ص ۴۶۸، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۳۰- ایضا

۳۱- سورۃ المائدہ، ۳۲

۳۲- سورۃ الانعام، ۱۵۱

۳۳- جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الفتن، ص ۵۱، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

۳۴- صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الدیات، ص ۶۵۳، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۳۵- ایضا، ص ۶۵۱

۳۶- سنن ابن ماجہ، جلد دوم، ابواب الدیات، ص ۱۲۳، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۳۷- صحیح بخاری شریف، جلد سوم، کتاب الدیات، ص ۶۵۱، مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۳۸- سنن ابن ماجہ، جلد دوم، ابواب الدیات، ص ۱۲۳، دینی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۳۹- جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الفتن، ص ۴۴، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

۴۰- سنن ابی داؤد شریف، جلد سوم، باب الحکم فیمن ارتد، ص ۳۵۲، مطبع سعیدی کراچی

۴۱- سورۃ بنی اسرائیل، ۳۳

۴۲- سنن نسائی، جلد سوم، باب تفظیم الدم، ص ۸۲، مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

۴۳- ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام، باب الجزیۃ، ص ۲۷۲، نور محمد اصح المطابع کتب آرام باغ کراچی

۴۴- شاہ ولی اللہ، حجتہ اللہ البالغہ (ترجمہ) حصہ دوم، ص ۲۴۱-۲۴۲، قصر الحکمت پٹیالہ ہاؤس میکلوڈ روڈ لاہور

۴۵- سورۃ النساء، ۹۲-۹۳

۴۶- عبدالرحمن بن عبدالعزیز الداؤد، اسلام کا نظام تعزیرات (اردو)، ص ۲۳۵، شعبہ ترجمہ و تالیف طارق اکیڈمی فیصل آباد

۴۷- سورۃ البقرہ، ۱۷۸

۴۸- عبدالرحمن بن عبدالعزیز الداؤد، اسلام کا نظام تعزیرات، ص ۲۳۵ شعبہ ترجمہ و تالیف طارق اکیڈمی فیصل آباد

۴۹- عبدالرحمن بن عبدالعزیز الداؤد، اسلام کا نظام تعزیرات، ص ۲۳۶

۵۰- سورۃ المائدہ: ۴۵

۵۱- فتاوی عالمگیری مترجم مولانا سید امیر علی مرحوم، جلد نہم کتاب الجنایات، ص: ۲۹۴، ادارہ نشریات اسلام، لاہور۔

۵۲- ایضاً ، ص: ۲۹۵

۵۳- ایضاً ، ص: ۲۹۸

۵۴- ایضاً، ص: ۳۰۶

۵۵- سورۃ المائدہ: ۳۳-۳۴

۵۶- فتاوی عالم گیری، مترجم مولانا سید امیر علی مرحوم، جلد سوم، کتاب السرقہ، ص: ۳۳۰-۳۳۱

۵۷- چوھدری غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص: ۵۸۲

۵۸- سورۃ آل عمران: ۱۹

۵۹- سورۃ الصف: ۹

۶۰- صحیح بخاری شریف جلد دوم، کتاب المغازی، ص: ۸۰۷، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

۶۱- مولانا رئیس احمد جعفری ندوی، اسلام اور رواداری، ص: ۳۱ ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور۔

۶۲- سورۃ بقرہ: ۱۹۰

۶۳- سورۃ النساء: ۷۵

۶۴- سورۃ البقرہ: ۱۹۳

۶۵- سورۃ الانفال: ۵۶

۶۶۔ سنن ابی داؤد، جلد دوم، باب فی دعا المشرکین، ص:۳۲۹، مطبع سعیدی، کراچی

۶۷۔ صحیح بخاری شریف جلد سوم، کتاب الذبائح والصید، ص:۲۲۰، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار، لاہور۔

۶۸۔ صحیح بخاری شریف جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص:۱۵۶، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

۶۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد دوم، باب اللعان، ص:۲۵۴ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور۔

۷۰۔ سورۃ النساء:۷۶

۷۱۔ صحیح بخاری شریف جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص:۸۷، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

۷۲۔ سورۃ المائدہ:۳۲

۷۳۔ سورۃ البقرہ:۲۵۶

۷۴۔ سورۃ یونس:۹۹

۷۵۔ مولانا انیس احمد جعفری ندوی، اسلام اور رواداری ص:۹۱، ادرہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

۷۶۔ مولانا مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، ص:۲۹-۳۰ مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور

۷۷۔ سورۃ توبہ:۶

۷۸۔ کرامت علی خان، وسط ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستیں ص:۲۹-۳۰، جنگ پبلیشرز، سر آغاخان روڈ، لاہور۔

۷۹۔ ڈاکٹر مجیب الرحمن و ڈاکٹر دین محمد، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ یہودیت، ص:۶۳۔

۸۰۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی، جلد پنجم، کتاب الجہاد و لسیر، ص:۶، خالد احسان پبلیشرز، لاہور۔

۸۱۔ سورۃ الحجرات:۱۰۔

۸۲۔ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی، جلد ششم، کتاب البر الصلہ والادب، ص:۲۲۱، خالد احسان پبلیشرز، لاہور

۸۳۔ ایضاً، ص:۲۲۰

۸۴۔ جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الایمان، ص:۲۲۵ مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

۸۵۔ سنن ابن ماجہ، جلد دوم، باب ترۃ دم المومن ومالہ، ص:۴۶۸، دینی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور۔

۸۶۔ سورۃ النساء:۹۴

۸۷- جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الایمان، ص:۲۲۸ مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

۸۸- سورۃ آل عمران:۱۰۳

۸۹- شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ص:۲۰۷، دارالاشاعت، کراچی

۹۰- صحیح بخاری شریف جلد سوم، کتاب الفتن، ص:۳۴۷، مکتبہ تعمیرانسانیت ، اردو بازار لاہور۔

۹۱- مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲، باب مالایضمن من الجنایات، ص:۱۵۲، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

۹۲- سورۃ المائدہ:۸۲

۹۳- صحیح بخاری شریف جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، فضل الطلیعۃ ص:۹۰، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور۔

۹۴- صحیح بخاری شریف جلد سوم، کتاب الاحکام، ص:۷۶۲، مکتبہ تعمیرانسانیت، اردو بازار، لاہور۔

۹۵- سورۃ النساء:۱۴۸

۹۶- سورۃ الحشر:۹

۹۷- صحیح مسلم شریف مع شرح نووی، جلد ششم، کتاب البر الصلہ والادب، ص:۲۱۸، خالد احسان پبلیشرز، لاہور

۹۸- سورۃ الاعلیٰ:۱۴

۹۹- صحیح بخاری شریف جلد سوم، کتاب الدعوات، ص:۴۸۶، مکتبہ تعمیرانسانیت، اردو بازار، لاہور۔

۱۰۰- مشکوٰۃ المصابیح، ج:۲ باب ما ینھی عنہ من التھاجر والتقاطع، واتباع العورات، ص:۴۶۳، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔

۱۰۱- صحیح بخاری شریف جلد سوم، کتاب الحدود، ص:۶۱۸

۱۰۲- سورۃ البقرہ:۱۷۹

۱۰۳- جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب الفتن، ص:۴۰، مطبع سعیدی، قرآن محل کراچی۔